

السیف الجلی علی سابّ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (عربی)

توہینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اور
اسلامی قوانین (مترجم)







تالیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وحواشی

مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ

حامد اینڈ کمپنی ۳۸-اردو بازار لاہور

السیف الجلی علیٰ سابّ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا پہلا اُردو ترجمہ بنام

توہینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی قوانین

تالیف

شیخ الاسلام

مخدوم محمد ہاشم حنفی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۱۷۴ھ

ترجمہ وحواشی

مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ

ایم اے / بی ایڈ / فاضل علوم اسلامی

ناشر

حامد اینڈ کمپنی ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



نام کتاب : اَلسَّیْفُ الْجَلِیُّ عَلٰی سَابِّ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اُردو ترجمہ : توہین رسول اور اِسلامی قوانین
تصنیف : مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ
حُسن اہتمام : سیّد محسن اعجاز گیلانی حفظہ اللہ
ترجمہ وحواشی : مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ
مطبع : آصف صدیق پرنٹرز، لاہور
پروف ریڈنگ : حافظ اختر حبیب
الطبع الثانی : جمادی الثانی 1438ھ / مارچ 2017ء
قیمت : -/250روپے

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸-اُردو بازار لاہور

HAMID & COMPANY

Publishers & Booksellers

Madina Manzil, 38-Urdu Bazar, Lahore. Pakisatan
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42- 37224899

فہرست مضامین

توہین رسول اور اِسلامی قوانین

انتساب

حریم نبوی اور آبروئے محمدی

کی حفاظت کرنے والے اُن تمام ہی شیدائیوں کے نام
جنہوں نے اپنی زندگیاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ناموس پر قربان کرتے ہوئے زبان حال
سے یہی پیغام دیا

یہ اِک جان کیا ہے ، اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

اعجاز

At_786@hotmail.com

عرض مترجم

مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ

(کراچی، پاکستان)

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب سیرت رسول کے ایک اہم گوشے یعنی حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق ہے، جس میں بارگاہ رسالت کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کے بارے میں متقدمین علمائے اسلام کی آراء کا تحقیقی مواد جمع کیا گیا ہے، نیز دلائل وشواہد کی جمع آوری کے ساتھ مؤلف کے زمانے کی صورت حال کو بھی احسن انداز میں ملحوظ رکھتے ہوئے احکامات مرتب کیے گئے ہیں، جس سے اس فقہی وشرعی مواد کی افادیت میں مزید نکھار پیدا ہو گیا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب توہین رسول کے شرعی احکامات پر لکھی گئی دو مایہ ناز کتب یعنی ''اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی شَاتِمِ الرَّسُوْلِ'' از شیخ ابن تیمیہ حنبلی دمشقی اور ''اَلسَّیْفُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی مَنْ سَبَّ الرَّسُوْلَ'' از شیخ تقی الدین سبکی شافعی کا خلاصہ ہے، جس میں مؤلف کے افادات و امثلہ اور حسن ترتیب نے استفادے میں سہولت پیدا کر دی ہے۔

عصر حاضر میں بین الاقوامی سطح پر جاری اہانت وشتم کے دلخراش واقعات کے بعد مختلف فورمز پر اس مسئلے کے بارے میں قیل وقال کا ماحول پیدا کیا گیا، جس سے دینی نکتہ نظر کے بارے میں بھی تشویش پیدا کی گئی تو ایسے میں

متقدمین علمائے کرام کی صدیوں پہلے لکھی گئی کتب اور علمی مواد کو صحیح طور پر پیش کرنا اور منظر عام پر لانا ضروری سمجھا گیا۔اسی تلاش و جستجو میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب مرکز نگاہ بنی، جو آج سے تقریباً دو صدیاں قبل اسی خطے میں تحریر کی گئی تھی۔ بعض احباب و مفتیان کرام کے اصرار و تقاضے پر اس کتاب کے اردو ترجمہ کرنے کی ذمہ داری راقم کو سونپی گئی، سلیس ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کام کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اِصرار پر زائد تھی، بہرکیف تقریباً ایک ہفتہ کی محنت سے ترجمہ مع کمپوزنگ متعلقہ افراد کے حوالے کردیا گیا۔اس کام میں ڈاکٹر حامد علی علیمی نے بہت تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب کا ترجمہ کرتے وقت میرے سامنے وہ عربی نسخہ تھا، جسے علامہ عبداللہ فہیمی سندھی نے اپنی تحقیق اور علامہ حق النبی سندھی ازہری کے مقدمے کے ساتھ کویت سے شائع کیا گیا تھا، لہٰذا اسی پر اعتماد کرتے ہوئے کتاب کا ترجمہ مکمل کیا گیا، تخریج و مصادر نیز مؤلف کا تعارف اسی کتاب سے لیا گیا، البتہ دوران ترجمہ جہاں کہیں سقم عبارت یا معنوی خلجان محسوس ہوا تو وہاں حتی الامکان اصل ماخذ سے بھی رجوع کیا گیا، یوں یہ ترجمہ طباعتی مراحل سے گزر کر بارہ ہزار، پانچ سو(12,500) کی تعداد میں شائع ہوا، جو کہ دینی کتابوں کے تناظر میں ایک غیر معمولی و حیرت انگیز تعداد تھی۔

لہٰذا اب ضرورت محسوس ہونے پر نظر ثانی کر کے پروف کی اغلاط کو مزید درست کرنے کی سعی کی گئی اور اس کے ساتھ ہی یہ مختصر پیش لفظ بھی شامل کیا جارہا ہے جو طبع اول میں عجلت کے سبب رہ گیا تھا، نیز یادرہے کہ اس ترجمے کے

طبع اوّل پر علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی ،لاہور اور مشہور قانون دان، جسٹس نذیر احمد غازی نے اپنے تاثرات تحریر کیے تھے جن میں سے اوّل الذکر کے مختصر تاثرات شامل کتاب ہو گئے تھے،لیکن ثانی الذکر کے تاثرات تاخیر سے ملنے کی وجہ سے شامل ہونے سے رہ گئے تھے، جنہیں بعدازاں ایک پمفلٹ کی صورت میں کتاب کے ساتھ ملحق کر دیا گیا تھا۔ بہر حال طبع اول کے ہزاروں کی تعداد میں ختم ہو جانے کے بعد اب طبع ثانی کو پیش کیا جا رہا ہے، امید ہے کہ نقش اوّل سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جناب میں قبول فرمائے اور مجھے اور میرے والدین کو دنیا و آخرت میں اس کی برکات سے فیض یاب فرمائے اور اُمت مسلمہ کو اس سے استفادے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین



مختصر تعارف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش اور نام ونسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمن بن عبداللطیف بن عبدالرحمن بن خیر الدین سندھی ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کا نسب عرب کے قبیلے ''بنو حارث'' سے ملتا ہے کہ اس قبیلے کے کچھ افراد جہاد کی غرض سے نوجوان قائد اور سپہ سالار محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پہلی صدی ہجری میں یہاں آئے تھے اور ان میں سے کچھ افراد نے تبلیغ اسلام کو فروغ دینے کے لئے یہیں سکونت اختیار کرلی تھی، انہیں سے مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے آبائے کرام کا نسب ملحق ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش جمعرات 10 ربیع الاول، سن 1104ھ/ مطابق 19 نومبر 1692 عیسوی کو ''ٹھٹھہ، پاکستان'' کے مضافاتی علاقے ''بٹھورو'' کے مقام پر ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت کا آغاز ابتدائی طور پر اپنے گھرانہ ہی میں ہوا، جہاں علم وتقویٰ کی فضائیں پہلے ہی سے موجود تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد

عبد الغفور سندھی رحمۃ اللہ علیہ نیک سیرت اور علوم اسلامی کے فاضل تھے، انہوں نے ابتدائی منازل میں سنبھالا اور تربیت کی، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والد گرامی کے پاس رہتے ہوئے قرآن مجید حفظ کیا اور فارسی، عربی اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کا درس لیا۔

پھر حصول علم کے لئے اپنے علاقہ ''بٹھورو'' سے سفر کرتے ہوئے مرکز علم وفن ''ٹھٹھہ'' کی سرزمین پہنچے، جہاں کی علمی دھوم اس زمانے میں ہر سو گونج رہی تھی، لہٰذا یہاں رہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے جلیل القدر مشائخ سے استفادہ کیا اور اپنی مروجہ تعلیم کو مکمل کیا۔

مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ اور اساتذہ

1 - شیخ عبد الغفور سندھی (1113ھ/1702ء):

مخدوم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اُس زمانے کے اکابر علمائے کرام میں ہوتا ہے، پہلے ''سیوستان، سندھ'' کے مقام پر سکونت تھی اور وہاں کے قابل علماء میں گردانے جاتے تھے، بعد ازاں ''بٹھورو'' کے مقام پر منتقل ہو کر مستقل سکونت پذیر ہوئے اور یہیں وصال فرمایا۔

2 - مخدوم محمد سعید ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات مہیا نہیں ہو سکیں، البتہ کتب کے حوالہ جات سے اتنا مترشح ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بھی تعلیم کے سلسلے میں استفادہ کیا تھا۔

3 - مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہترین فاضل، استاذ العلماء اور مرجع علم وفن

تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یوں ہے: مخدوم ضیاء الدین بن ابراہیم بن ہارون بن عجائب بن مخدوم الیاس صدیقی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور زمانہ صوفی اور یکتائے روزگار امام شیخ شہاب الدین صدیقی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 1091ھ/1680ء میں ہوئی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1171ھ/1757ء میں ہوا۔

4 - شیخ عبدالقادر بن ابوبکر صدیق مکی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مکہ مکرمہ کے جلیل الشان اور برگزیدہ علمائے کرام میں ہوتا ہے جن سے ایک زمانے نے استفادہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ ہی میں سن 1138ھ/1725ء میں وصال فرمایا۔

مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے خوب استفادہ کیا اور بطور خاص ان کی مرویات پر ایک کتاب ''اتحاف الاکابر بمرویات شیخ عبدالقادر'' بھی تحریر کی، جس سے مخدوم صاحب کی عقیدت و محبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

5 - شیخ عید بن علی نمرسی مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

علمائے شافعیہ میں سے ممتاز شخصیت کے حامل تھے، انہوں نے اپنے زمانے کے اکابر علمائے اسلام سے اکتساب علم کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1140ھ/1727ء میں ہوا۔

6 - شیخ محمد بن ابراہیم کردی کورانی مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مدینہ منورہ میں سن 1081ھ/1670ء میں ہوئی، شافعی مذہب کے حامل تھے، لہٰذا بہت عرصہ تک مدینہ منورہ میں منصب افتاء پر

فائز رہتے ہوئے فقہ شافعی کی خدمت سرانجام دی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 1145ھ/ 1733ء کو مدینہ منورہ ہی میں وصال کیا۔

بیعت

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کے بعد روحانی تعلیم و تربیت اور اکتساب فیض کے لئے مرشد کامل کی تلاش کرنا شروع کی، جس کے نتیجے میں اس زمانہ کی شہرہ آفاق روحانی شخصیت عارف باللہ، شیخ طریقت، ابو القاسم نقشبندی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور مرید کرنے کی درخواست پیش کی، لیکن شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ کی معروف شخصیت محدث عصر، سیّد سعد اللہ بن غلام محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1138ھ/ 1725ء) کی جانب رجوع کرنے کا حکم فرمایا، لہٰذا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تزکیہ نفس و اصلاح باطن کے لئے سن 1136ھ/ 1723ء سے لے کر 1137ھ/ 1724ء تک قیام کیا، بعد ازاں سیّد سعد اللہ شاہ قادری نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کا خرقہ پہناتے ہوئے اجازت و خلافت سے نوازا۔

تلامذہ

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے دین متین کی خدمت اور فروغ میں صرف تحریری اُمور پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں، اسی لئے ہمیں ان کے شاگردوں کی فہرست میں جلیل القدر علمائے کرام کے نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، جن میں سے کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1 - شیخ شاہ میر مٹیاروی سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1177ھ/ 1763ء)

2 - شیخ ابوالجمال محمد صالح جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (1182ھ/1768ء)
3 - شیخ عبدالرحمٰن بن محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (1181ھ/1767ء)
4 - شیخ عبدالحفیظ بن درویش عجیمی مکی رحمۃ اللہ علیہ (1245ھ/1829ء)
5 - شیخ عبداللطیف بن محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (1189ھ/1776ء)
6 - شیخ الاسلام محمد مراد انصاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (1197ھ/1783ء)
7 - شیخ محدث ابوالحسن صغیر سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1187ھ/1773ء)
8 - شیخ فقیر اللہ علوی افغانی شکارپوری رحمۃ اللہ علیہ (1195ھ/1780)
9 - شیخ مخدوم میدنو نصرپوری سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1181ھ/1767ء)

مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر علمائے کرام

آپ کے زمانے میں "ٹھٹھہ" کا علاقہ اپنی علمی وتدریسی سرگرمیوں کے لحاظ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتا تھا، اسی لئے طالبان علم وفن شدِ رحال کرتے ہوئے دور دراز کے علاقوں سے یہاں حاضر ہوتے اور اپنی علمی تشنگی کو سیراب کرتے تھے، اس زمانے میں مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کے کئی معاصرین بھی تاریخ کے صفحات پر اپنے اپنے علمی نشانات کو ثبت کر گئے ہیں، ہم یہاں صرف ان میں سے کچھ کے اسمائے گرامی لکھ رہے ہیں:

1 - امام ابوالحسن بن بادل ڈاہری سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1181ھ/1767ء)
2 - امام ابوالحسن بن عبدالعزیز ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (1125ھ/1713ء)
3 - امام محدث ابوالحسن کبیر سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1139ھ/1726ء)
4 - مخدوم روح اللہ بکھری سندھی رحمۃ اللہ علیہ (سن وفات معلوم نہ ہوسکا)
5 - مخدوم عبدالرحمن کھوڑوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1145ھ/1732ء)

6 - مخدوم عبدالرحیم شہید گروڑھوی رحمۃ اللہ علیہ (1192ھ/1778ء)

7 - مخدوم عبدالرؤف سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1160ھ/1747ء)

8 - شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1165ھ/1751ء)

9 - مخدوم عبداللہ واعظ ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (1167ھ/1753ء)

10- مخدوم المخادیم عبدالواحد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ (1224ھ/1809ء)

11- شیخ، ادیب محمد ابراہیم سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1102ھ/1690ء)

12- شیخ مخدوم محمد اسماعیل پریالوی رحمۃ اللہ علیہ (1174ھ/1760ء)

13- شیخ مخدوم محمد بقا شاہ شہید حسینی رحمۃ اللہ علیہ (1197ھ/1783ء)

14- شیخ محمد حیات عادل پوری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (1163ھ/1749ء)

15- شیخ محمد زمان لواری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (1188ھ/1774ء)

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں زندگی کے مختصر لمحات میں فروغ اسلام کے لئے بہت سی جہات پر کام کیا، وہیں علمی و تصنیفی خدمات میں بھی نمایاں کام سرانجام دیئے، جن سے آج بھی دنیا کے ماہرین علم وفن اپنی تحقیقات میں خوب استفادہ کرتے نظر آتے ہیں، ہم ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے اسماء گرامی تحریر کررہے ہیں:

أصول الدین (العقائد):

1 - بناء الاسلام

2 - فرائض الاسلام

3 - فرائض الایمان

التفسير:

4 - تفسير جزء تبارک الذي

5 - تفسير سور الكف

6 - تفسير سورة الملک و النون

7 - تفسير الهاشمي (باللغة العربية)

8 - تفسير الهاشمي جزء عمّ باللغة السندية

9 - جنة النعيم في فضائل القرآن الكريم

10 - حاشية تفسير الهاشمي

11 - خلاصة البيان في عدّ آي القرآن

التجويد:

12 - تحفة القاري بجمع المقاري

13 - حاشية الشاطبية

14 - حاشية مقدمة الجزري

15 - رسالة في تعداد وجوه القراءة الجارية في لفظ الآن

16 - رسالة في تعداد وجوه القراءة الجارية في قوله تعاليٰ: حتى اذ استياس الرسل و ظنوا انهم قد كذبوا

17 - رسالة في جمع وجوه القراءة الجارية في سورة البقرة: واذ اخذنا ميثاق بني اسرائيل ان لا تعبدوا الا الله

18 - رسالة في وجوه القراءة: وان من اهل الكتاب

19 - رفع الخفاء عن مسئلة الراء

20 - الشفاء في مسئلة الراء

21 - كحل العين بما وقع من وجوه القراءة بين السورتين

22 - كشف الرمزعن وجوه الوقف على الهمز

23 - كفاية القاري

24 - اللؤلؤ المكنون في تحقيق مدالسكون

الحديث:

25 - حصن الممنوع عما اورد علٰى من ادرج الحديث الموضوع

26 - حلاوة الفم بذكر جوامع الكلم

27 - حياة القاري باطراف صحيح البخاري

28 - رسالة في تحقيق اسانيد حديث اقتلوا الساحر

29 - رساله في شرح قوله ﷺ لعمار بن ياسر تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار

30 - فتح الغفار بعوالي الاخبار

الفقه:

31 - اساس المصلي

32 - اصلاح مقدمة الصلاة

33 - بياض الاشمي

34 - تحفة الاخوان في منع شرب الدخان
35 - تحفة العلماء في قول الصلاة خير من النوم في اذان الفجر حال القضاء
36 - التحفة المرغوبة في افضلية الدعاء بعد المكتوبة
37 - تحقيق الكلام في الرد على من نفي صحة الاسلام المخطي بكلمة الاسلام
38 - تحقيق المسلک في ثبوت اسلام الذمي بقوله للمسلم انا مثلک
39 - تصحيح المدرک في ثبوت اسلام الذمي بقوله انا مثلک
40 - تنبيه نامون
41 - تنقيح الكلام فی النهي عن قراءة الفاتحة خلف الامام
42 - ترصيع الدرة على درهم الصرة
43 - تمام العناية في الفرق بين صريح الطلاق والكناية
44 - جمع اليواقيت في تحقيق المواقيت
45 - الحجة الجلية في مسئلة سـور الاجنبية
46 - الحجة القوية في حقيقة القطع بالافضلية
47 - حيات الصائمين
48 - درهم الصرة في وضع اليدين تحت السرة

49 - شدالنطاق فيما يلحق من الطلاق

50 - راحة المومنين

51 - رد رسالة قرة العين في البكاء على الحسين

52 - رد الرسالة المعينية الناطقة بافضلية علي علَى الخلفاء الثلثة

53 - الرد المختوم علٰى من نفي كون المثل للعموم

54 - رسالة صُغرٰى في تقدير صدقة الفطر

55 - رسالة في ان سابّ النبي ان اسلم لايسقط عنه القتل ولوكان كافرًا اصليًا

56 - رسالة في تحقيق ان الواجب على العالم المقلد اتباع المجتهد او العمل بظاهر الحديث

57 - رسالة في تقدير الوضوء والغسل بموازين بلدة التته

58 - رسالة في الحكم بالاسلام على الذمي اننذرام

59 - رسالة في كيفية مسح الراس

60 - رسالة في مسئلة سكر

61 - رسالة في المنع عن الماتم في يوم عاشوراء

62 - رشف الزلال في تحقيق فيئ الزوال

63 - رفع العين عن مسئلة الجمع بين العمتين

64 - رفع الغطاء عن مسئلة جعل العمامة تحت الرداء

65- رفع النصب لتكثر التشهدات في الصلاة المغرب

66- زاد الفقير

67- سايه نامه

68- السنة النبوية في حقيقة القطع بالافضيلة

69- السهم المسموم في كبد من نفي كون المثل للعموم

70- السيف الجلي علىٰ ساب النبي

71- السيوف القاهرة علىٰ ساب الخمسة الطاهرة

72- الطريقة الاحمدية في حقيقة القطع بالافضلية

73- عين الفقه

74- فاكهة البستان

75- فتح الكلام في كيفية اسقاط الصلاة والصيام

76- فتح الغلاف بموازين السبعة من الاوقاف

77- فضائل نماز و دعا عاشوراء

78- الفضل المبين بحل عقدة قولهم الشک لايزول اليقين

79- فيض الغني في تقدير صاع النبي

80- فيض الغني في جواز نكاح البالغة بدون اذن الولي

81- القول الانور في حكم لبس الاحمر

82- القول المعجب في بيان كثرت تشهدات المغرب

83- كشف الرين عن مسئلة رفع اليدين

84- كشف الغطاء عما يحل ويحرم من النوح والبكاء

85 - مظهر الانوار

86 - معيار النقاد في تمييز المغشوش عن الجياد

87 - مفتاح الصلاة

88 - مقدمة الصلاة

89 - المنكب الٰى تكثير التشهدات في صلاة المغرب

90 - مناسک الحج

91 - موهبة العظيم في ارث حق مجاورة الشعر الكريم

92 - نتيجة الفكر في تحقيق صدقة الفطر

93 - نورالعينين في اثبات الاشارة في التشهدين

السيرة:

94 - الباقيات الصالحات في ذكر الازواج الطاهرات

95 - بذل القوة في حوادث سني النبوة

96 - بسط البردة لناظم البردة

97 - تحفة السالكين الٰي جناب الامين

98 - تحفة الغازي بجمع المغازي

99 - تحفة المسلمين في تقدير مهور امهات المومنين

100 - ثمانية قصائد صغار في مدح النبي

101 - حديقة الصفاء في اسماء المصطفٰی

102 - حياة القلوب في زيارة المحبوب

103 - ذريعة الوصول الى جناب الرسول

104 - رسالة في ذكر افضل كيفيات الصلاة على النبي

105 - روضة الصفا في اسماء المصطفٰى

106 - زاد السفينة لسالكي المدينة

107 - سفينة السالكين الٰى بلد الله الامين

108 - فتح العلي في حوادث سني نبوة النبي

109 - فتح القوي في نسب النبي

110 - قصيدة جيمية

111 - قوت العاشقين

112 - النفحات الباهرة في جواز القول بالخمسة الطاهرة

113 - النور المبين في جمع اسماء البدريين

114 - وسيلة الفقير في شرح اسماء الرسول البشير

115 - وسيلة الغريب الى جناب الحبيب

116 - وسيلة القبول في حضرة الرسول

117 - وسيلة القلوب

التاريخ:

118 - اتحاف الاكابر بمرويات الشيخ عبد القادر

119 - اصح الاسانيد

120 - الرحيق المختوم في وصل اسانيد العلوم

121 - غاية النيل في اختصار الاتحاف والذيل

122 - غنية الظريف بجمع المرويات والتصانيف

123 - مدح نامہ سند

124 - نور البصائر تکملہ ذیل اتحاف الاکابر

وفات حسرت آیات

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے مستعار لمحات کو فروغ دین اور ترویج واشاعت علوم اسلامیہ میں صرف کرتے ہوئے بالآخر اپنے سفر آخرت کی جانب گامزن ہوئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 6 رجب المرجب 1174ھ/ 1761ء کو ''ٹھٹھہ'' میں ہوا اور یہاں کے مشہور قبرستان ''مکلی'' کے مضافات میں عارف باللہ سیّدی ابوالقاسم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی اپنے مسکن میں دفن ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور آج بھی مرجع خلائق اور خاص کر مرجع اہل علم ہے، اپنے بیگانے سب ہی ان کے مزار پر حاضری دیتے اور عقیدت سے سر جھکائے نظر آتے ہیں، اس معدن تجلیات کا فیضان آج بھی اپنے جوبن پر ہے، اگر محبت واحترام کا ذرّہ بھی دامن پراگندہ حال میں موجود ہو تو ان کی توجہات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اس بے مایہ وشکستہ حال مترجم کتاب کو بھی ایک مرتبہ بغیر طلب اپنا سنگِ درگردانتے ہوئے بارش کرم سے نوازا گیا۔

''الٰہی ایں کرم بارِ دگر کُن''



منقبت شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عالم ، کنز دیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی
مرجع اہل یقیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

آفتاب عاشقیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی
ماہتاب کاملیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

عارفِ سرِّ نہاں ، واقف رُموزِ عارفاں
بالیقیں دُرِّ ثمیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

ناشر علم نبی ، اے قاسم حُبّ علی
آفریں صد آفریں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

آبروئے علم و فن ، شمع حرم ، اے محترم
نورِ نگاہ عارفیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

مظہر فیض خدا ، روشن زِ تو اَرض و زماں
شمع حریم کاملیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

جنگلات سندھ میں تبلیغ کی اسلام کی
داعی اسلام و دِیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

علم تفسیر و حدیث و فقہ میں یکتائے زمن
ماہر فنونِ علم و دِیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

تیری تحریرات میں عکس جمالِ مصطفیٰ
بالیقیں ہے بالیقیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

بارگاہِ مصطفیٰ سے یوں ملا اِن کو جواب
اک سلام دِل نشین ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

قادری شہباز تو تیری نرالی شان ہے
مردِ میداں ہو تمہیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

مطلعِ عرفاں پر اور معدنِ ذیشان پر
لکھا گیا نام حسین ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

دُرِّ یکتا ، گوہر فن ، مخزنِ نورِ ہُدیٰ
تیری تصنیفات تھیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

مقتدائے یک زماں ، اے صدر بزم عارفاں
مخدوم من ، روشن جبیں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

اِنِّیْ تَوَجَّھتُ اِلَیْه جِسْمِیْ ھُنَا قَلْبِیْ لَدَیْه
اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

مَنْ رَّامَ اَنْ یَّسْقِیَ الْبِحَار فَعَلَیْهِ یَاْخُذُ الْقَرَار
عِنْدَ ضَرِیْحِ الْعَابِدِیْں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

طَلَعَتْ اَنْوَارُ الْعُلیٰ فِی السِّنْدِ کَالشَّمْسِ الضُّحیٰ
اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْن ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

اے انتخاب مصطفیٰ ، اعجاز کیا لکھے ثنا
بر تو سلام و آفریں ، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی

رَبِّ یَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ وَ اَحِبَّهُمْ أَجْمَعِيْن.



الجواب بعون الملک الوہاب[2]

۱ یہ عنوان مترجم کی جانب سے قائم کردہ ہے

۲ یہ عنوان مترجم کی جانب سے قائم کردہ ہے

پہلی فصل

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والوں کی اقسام اور اُن کے احکام

ہم اس فصل کے تحت چار اقسام کو بیان کریں گے

پہلی قسم

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والے مسلمان مرد کا حکم

* جان لیجئے! شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''السیف المسلول علی من سبّ الرسول'' میں لکھا ہے کہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں کسی ایک بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا، جو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) گالی دینے والے کو قتل کرنے کے بارے میں اختلاف کرتا ہو، جبکہ وہ گالی دینے والا (گالی دینے سے پہلے) مسلمان ہو۔[1]

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے، یا گالی دے، اُسے قتل کر دیا جائے گا۔[2]

* امام ابو بکر منذر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے، اُسے قتل کیا جائے گا۔[3]

---

[1] معالم السنن: کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 4/528، رقم 4361

[2] شفاء شریف: القسم الرابع، 2/211

[3] الاشراف علی مذاہب اہل العلم: کتاب المرتد، باب ما یجب علی من سب نبی اللہ، 3/160

یہ قول امام مالک، امام لیث، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ہے، نیز مسلمان ہونے کی صورت میں اسی کی مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکار، اہل کوفہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا بھی ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں بہت سے دلائل موجود ہیں، جنہیں اجماع اُمت ثابت ہو جانے کے بعد یہاں ذکر کرنے کی حاجت باقی نہیں رہتی۔[1]

* ''شرح الطحاوی'' میں ہے:

جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بغض رکھا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا حکم مرتدین جیسا ہو گا۔[2]

* ''النتف'' میں مذکور ہے:

جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی تو وہ مرتد ہو گیا، اس کا حکم مرتدین جیسا ہو گا اور جیسا مرتد کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے، اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا جائے گا۔[3]

* ''فتاوی بزازیہ'' اور ''الدرر شرح الغرر'' میں ہے:

معاذ اللہ! اگر کوئی شخص مرتد ہو گیا تو اسے توبہ اور ارتداد سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا، پھر (اسلام لانے کے بعد) نکاح دوبارہ کروایا جائے گا، تو ایسی صورت میں اس سے کفر اور اِرتداد کا (دنیاوی) وبال، یعنی قتل ساقط ہو جائے گا، لیکن اگر کسی نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا کسی بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی

---

[1] السیف المسلول: الفصل الاول، المسالۃ الاولیٰ فی نقل کلام العلماء ودلیلہ، ص 119

[2] مختصر الطحاوی، باب المرتد، ص 262

[3] النتف فی الفتاوی: کتاب المرتد واہل البغی، 2/694

دی، تو اُسے بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا، ایسے شخص کے لئے (حدّ سے بچانے والی) کوئی توبہ ہے ہی نہیں، چاہے وہ قید میں آنے کے بعد توبہ کرے، یا اپنی مرضی سے توبہ کرتا ہوا خود ہی پیش ہو جائے جیسے زندیق،[1] پس یہ (قتل) حدّ ہے، جس کا نفاذ لازمی ہے لہٰذا یہ توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوگی۔

اور اس موقف میں کسی ایک سے بھی اختلاف کی توقع نہیں کیونکہ اس کا تعلق بندے کے حقوق سے ہے، پس یہ (قتل) توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتا، جیسا کہ تمام ہی حقوق انسانی اور حدّ قذف وغیرہ بھی توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوا کرتے۔

لیکن برخلاف اس مسئلہ کے کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو گالی دی اور پھر توبہ کر لی (تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی) کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حق ہے، جبکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں اور بشریت ایک جنس ہے، جسے تکلیف بھی پہنچتی ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بزرگی بخشی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ تو ایسے عیوب (تکلیف پہنچنے) سے پاک ہے، (پس اللہ تعالیٰ

---

[1] یہاں قتل سے بچانے والی توبہ کے قبول نہ ہونے کا تذکرہ ہے کہ اگر گستاخ رسول توبہ کر کے قتل سے بچنا چاہے تو ایسا نہیں ہوگا، بلکہ اسے توبہ کے باوجود بھی قتل کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی واقعی اپنی گستاخی پر شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں سچے دل سے تائب ہو جائے تو گستاخی کا اُخروی وبال البتہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت سے معاف ہو جائے گا، صرف دنیاوی سزا یعنی قتل باقی رہے گی، کیونکہ وہ حدّ ہے اور اسے معاف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں۔ یاد رہے کہ اختلاف صرف قتل کرنے یا نہ کرنے میں ہے، عند اللہ توبہ کے قبول ہونے میں جمہور علمائے کرام کا اتفاق ہے۔

جل جلالہ کی گستاخی کرنے کی وجہ سے) ارتداد کا معاملہ ان اُمور سے جدا ہے کیونکہ اس میں مرتد کا تنہا تعلق قائم ہوتا ہے اور انسانوں میں سے کسی کا حق اس سے متعلق نہیں ہوتا، جبکہ حق العبد کے متعلق ہونے کی صورت میں ہم کہتے ہیں: اگر کسی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نشہ کی حالت میں بھی گالی دی تو اُسے معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ بطورِ حدّ قتل ہی کیا جائے گا۔[1]

نیز ''بزازیۃ'' میں یہ بھی ہے:

بے شک یہ مذہب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہما، اہل کوفہ جبکہ مشہور قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا بھی ہے۔

* سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو کسی بھی نبی (علیہ السلام) کو گالی دے، اُسے قتل کردو اور جو میرے کسی صحابی کو گالی دے، اُسے مارو''۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کعب) ابن اشرف کو بغیر تنبیہ کیے ہی قتل کردینے کا حکم صادر فرمایا اور یہ (کعب بن اشرف) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیفیں پہنچاتا تھا، اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کا حکم دیا، نیز اسی طرح ابن خطل کے قتل کا حکم صادر فرمایا، حالانکہ اُس وقت وہ خانہ کعبہ کے غلاف میں لپٹا ہوا تھا۔[3]

---

[1] فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ: کتاب السیر، الباب الرابع، 6/321

[2] فردوس الاخبار: 3/541، رقم 5688، الشفاء للقاضی عیاض: 2/220

[3] فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ: کتاب السیر، الباب الرابع، 6/321

متذکرہ بالا گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان (شیطانی بہکاوے میں آکر) رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے بیٹھے تو بے شک وہ مرتد ہے اور اُسے قتل کیا جائے گا۔ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ آیا ایسے شخص کا قتل مرتد ہونے کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ ''شرح الطحاوی'' میں مذکور ہے، یا پھر بطور حدّ ہوگا جیسا کہ ''فتاویٰ بزازیہ'' میں ہے۔

ظاہر یہی ہے کہ بطور فتویٰ ہمارے نزدیک دوسرا قول ہی مختار ہے، اس تمام اختلاف کا نمونہ اُس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب توبہ قبول کر لینے کی صورت میں اُس کے قتل ساقط ہونے کا معاملہ درپیش ہو، اسی لئے امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح القدیر'' میں فرمایا:

پھر ہمارے نزدیک ایسے (مسلمان کو جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی ہو) کو بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور قتل ساقط کرنے کے لئے اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔[1]

* ''بحر الرائق'' میں ''فتح القدیر'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد مذکور ہے:

اُن (صاحب فتح القدیر) کا قول ''سقوط قتل'' اس بات کا فائدہ دے رہا ہے کہ اس کی (خلوص دل سے کی گئی) توبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہوگی۔[2]

* ''الجوہرۃ النیرۃ'' میں شیخین (امیر المؤمنین ابوبکر وامیر المؤمنین عمر

---

[1] فتح القدیر: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 91/6

[2] بحر الرائق: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 212/5

رضی اللہ عنہما) کو گالی دینے سے متعلقہ مسئلہ کے تحت مذکور ہے:

بے شک سقوطِ قتل کے بارے میں اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، یہی قول مختار ہے، نیز اسی کو فقیہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو نصر دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔[1]

لہٰذا جب شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے کے لئے حدّ میں بطور فتویٰ مختار قول یہ ہے (یعنی توبہ سے قتل ساقط نہیں ہوگا) تو پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والے کے لئے بطریق اولیٰ یہی قول مختار ہوگا جیسا کہ اہل علم پر یہ نکتہ پوشیدہ نہیں۔

* شیخ چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح وقایہ'' پر اپنے حاشیہ میں فرمایا:

جان لیجئے! بے شک جو کچھ بھی معتبر اقوال کے تناظر میں بیان کیا گیا، اُس کی روشنی میں مختار یہی ہے کہ اگر عام مسلمانوں میں کسی سے بھی کوئی ایسی بات سرزد ہوئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان بوجھ کر یا انجانے میں توہین ہوتی ہو، تو اس کا قتل واجب ہے اور اس معنی میں کہ قتل ساقط ہو جائے، اُس کی توبہ کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ کلمہ شہادت ادا کرے اور اپنے ارتداد سے رجوع کرتے ہوئے توبہ بھی کر لے (بہر صورت اُسے قتل کیا جائے گا) لیکن اگر وہ توبہ کرنے کے بعد مر گیا، یا بطورِ حدّ[2] قتل کر دیا گیا تو اب وہ مسلمانوں کی موت مرا، لہٰذا اس کے غسل، نمازِ جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے میں باقی مسلمانوں جیسا معاملہ برتا جائے گا۔ اور اسی طرح یہ معاملہ اُس

---

[1] جوہرۃ نیرۃ: کتاب السیر، مطلب فی احکام المرتد، 2/607

[2] فقہائے احناف کا متفقہ موقف ہے: ''حدود کفارہ نہیں ہوتیں'' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وقت بھی جاری ہوگا جبکہ وہ توہین کرنے سے انکاری ہو اور اس کے توہین کرنے پر کوئی گواہی بھی قائم نہ ہو سکے (تو ایسی صورت میں بھی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ ہوگا، کیونکہ توہین کا صرف الزام تھا اور یہ شخص برابر اس توہین سے انکار کرتا رہا لہٰذا جرم ثابت نہ ہو سکا اور یہ اپنے اسلام پر قائم رہا)۔

لیکن اگر کوئی شخص بذات خود گالی دینے کا اقرار کرتا ہے، یا اس کے توہین کرنے پر ثبوت فراہم ہو جاتے ہیں اور یہ توبہ نہ کرنے پر ہی ڈٹا رہتا ہے، تو اُسے قتل کر دیا جائے گا اور یہ کافر شمار ہوگا، اس کی وراثت مسلمانوں کے لئے ہوگی، نیز اُسے نہ تو غسل دیا جائے گا، نہ ہی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی اور نہ ہی کفن دیا جائے گا، بلکہ اس کی شرمگاہ کے مقام کو کسی کپڑے سے ڈھانپ کر کسی جگہ دبا دِیا جائے گا جیسا کہ کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔[1]

یہاں تک شیخ چلپی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اختتام پذیر ہوا۔

* ''فتح القدیر''، ''بحر الرائق'' اور ''الاشباہ'' میں مذکور ہے:

جب دو گواہ کسی مسلمان کے مرتد ہونے کی گواہی دیں اور وہ مسلمان برابر اس بات سے انکار کر رہا ہو تو اُس مسلمان سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی عادل گواہوں کی تکذیب کی حاجت ہوگی، کیونکہ اس کا اِرتداد سے انکار کرنا ہی دراصل اس کی توبہ شمار ہوگا اور یہ معاملہ ایسے مرتد کے لئے ہے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) یعنی صرف حد سے گناہ ساقط نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی ایسی صورت میں صرف حد کی سزا پا کر مر گیا، لیکن اس نے توبہ نہیں کی، تو اس کا گناہ معاف نہیں ہوگا۔ مزید تفصیل کے لئے شرح صحیح مسلم: 4/876 ملاحظہ کریں۔

[1] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 2/321

جس کی توبہ دنیا میں قبول کرلی جاتی ہے، باقی رہا وہ مرتد جس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی (اُس کا یہ حکم نہیں)، بلکہ اُسے قتل ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے کے سبب مرتد ہونے والا۔[1]

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بے شک گالی دینے والی کی توبہ (خلوص قلب کی صورت میں) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں مقبول ہوتی ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص پر پہلے اسلام کو پیش کیا جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ میں توبہ کرلے پھر اُسے قتل کیا جائے، لیکن اگر اُسے قاضی کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے اسلام پیش کرنے سے پہلے ہی قتل کردیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔

* ''تاتارخانیۃ'' میں ''الکافی'' کے حوالے سے مذکور ہے:

''مرتد کے حق میں مطلق ہے'' اگرچہ ارتداد (کا معاملہ) توہین کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی ہو، جب بھی بے شک مستحب ہے کہ اس (مرتد) کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، تاہم ایسا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن اگر اُسے کسی نے اسلام پیش کیے جانے سے قبل ہی قتل کردیا تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہاں کراہت کا معنی ''ترک مستحب'' ہے، لہٰذا اُسے قتل کرنے والے شخص پر کوئی شئ (جرم وقصاص) لازم نہیں ہوگی۔[2]

اور اگر اسلام پیش کرنے سے قبل قاضی کے علاوہ کسی نے اُسے قتل کردیا تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔

---

[1] الاشباہ والنظائر: الفن الثانی، کتاب السیر، باب الردۃ، 2/220

[2] فتاوٰی تاتارخانیہ: کتاب احکام المرتدین، الفصل الثانی والثلاثون، 7/382

* ''فتح القدیر'' میں مذکور ہے:

اگر کسی شخص نے اسلام پیش کیے جانے سے قبل ہی مرتد کو قتل کر دیا، یا اُس کے بدن کا کوئی حصہ کاٹ ڈالا، تو مکروہ ہے اور یہاں کراہت سے مراد ''مکروہ تنزیہی'' ہے۔[1]



[1] فتح القدیر: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 6/67

دوسری قسم

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والے کافر مرد کا حکم

جان لیجئے! امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اور آپ کے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی کافر شخص نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی تو اُسے قتل ہی کیا جائے گا کیونکہ ہم نے اس کافر کو توہین کرنے پر امان نہیں دی تھی۔

* امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ذمی کافر جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے تو اس بنا پر اُسے قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس توہین سے بھی بڑا وبال شرک، پہلے سے ہی اُس کی گردن پر موجود ہے، البتہ اُس کی تادیب کرتے ہوئے سزا ضرور دی جائے گی، جیسا کہ "الشفاء"[1] اور "السیف المسلول"[2] میں مذکور ہے اور اسی کی مثل "شرح وقایہ"[3] پر امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں بھی صراحت ہے۔

بہت سے حنفی مشائخ[4] نے "گالی دینے والے ذمی شخص کے قتل کیے جانے

---

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، فصل، ہذا حکم المسلم، 2/263

[2] السیف المسلول، الباب الثانی، الفصل الاول، ص235

[3] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 2/322

[4] مثلاً امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 542 ہجری، صاحب "خلاصۃ الفتاوی"، امام سراج الدین عمر بن ابراہیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والے'' قول ہی کو اختیار کیا ہے۔

* انہی میں امام عینی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

گالی دینے والے کے بارے میں میرا موقف ''یعنی ذمی کافر کے گالی دینے کے بارے میں'' یہی ہے کہ اُسے قتل کیا جائے، کیونکہ مسلمان اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے تو اُسے قتل کیا جاتا ہے، پھر اگر یہی فعل دین کے دشمن سے صادر ہوا ہو تو اُسے کیونکر قتل نہیں کیا جائے گا؟[1]

* اور انہی میں سے امام محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح القدیر'' میں فرمایا:

میری نزدیک اگر کسی ذمی کافر نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی اور وہ ثابت بھی ہوگئی تو اُسے قتل کیا جائے گا، نیز اس کا عہد و پیمان ٹوٹ چکا۔ پس اگر اس کا گالی دینا ظاہر نہ ہو، لیکن اس پر گالی کا الزام ہے، تاہم وہ ذمی اس سے انکار کرتا ہے تو اب اس پر کوئی چارہ جوئی نہیں ہوگی۔[2]

* اور انہی میں علامہ ابن الکمال رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، کہ آپ نے اپنی ''شرح اربعین'' میں لکھا ہے:

حق بات یہی ہے کہ ایسا ذمی کافر جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے اور وہ توہین اعلانیہ کی گئی ہو، تو اُسے قتل کردیا جائے گا، اس بات کی وضاحت ''ذخیرۃ''

(سابقہ حاشیہ) 1005 ہجری، امام عبد الرحمٰن بن محمد حنفی متوفی 1078 ہجری، امام قاضی عبد الواحد سیوستانی سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1224ھ وغیرہ۔

[1] رمز الحقائق، کتاب السیر، باب العشر والخراج، فصل فی بیان احکام الجزیہ، 1/440

[2] فتح القدیر، کتاب السیر، 6/59

کی ''کتاب السیر'' میں موجود ہے۔[1]

میں (محمد ہاشم ٹھٹھوی) کہتا ہوں:

''ذخیرۃ'' کی عبارت ان شاءاللہ تعالیٰ تیسری قسم میں آئے گی۔

* پس اگر کہا جائے:

یہاں گالی کے ظاہر و اعلانیہ ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟

تو ہم کہتے ہیں: اس کے یہاں پر دو معنیٰ ہیں:

(1) گالی کے اظہار سے یہاں مراد ایسا جملہ ہے، جو احتمال رکھتا ہو، اور گالی کے لئے صریح الفاظ استعمال نہ کیے گئے ہوں، بلکہ ایسے الفاظ ہوں جو گالی اور دوسرے دونوں ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہوں۔

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' کے تیسرے باب کی دوسری فصل میں ذکر کیا ہے:

جب کوئی کافر ظاہری الفاظ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا کے کلمات کہے اور پس پردہ اس سے بددعا مراد لے، مثلاً ''اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ'' (تمہیں موت آئے یا تم پر مصیبت نازل ہو) کو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' (تم پر سلامتی نازل ہو) کی جگہ کہے، تو اس میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔

بعض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کہا:

یہ توہین ہے، اُسے قتل کردیا جائے گا اور جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودیوں سے اس معاملے میں درگزر سے کام لیا تھا تو وہ اسلام کا نازک دور تھا، یا پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی اُنہیں معاف کردیا تھا۔

---

[1] مجموعہ رسائل، لابن کمال پاشا، ورقہ 38

جبکہ بعض دیگر علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کہا:

یہ توہین ایسی نہیں کہ اس سے ذمی کا عہد ٹوٹ جائے، کیونکہ یہ اعلانیہ گستاخی نہیں، البتہ بعض سننے والوں نے اس کے مقصد کو بھانپ لیا تھا۔[1]

یہاں تک امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

* اور گویا یہ کلام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اُس عبارت سے ماخوذ ہے، جو آپ نے "صحیح" میں لکھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

باب: "جب کوئی ذمی کافر (تعریض کے طور پر) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے لیکن اس کی صراحت نہ کرے مثلاً "اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ" (تمہیں موت آئے یا تم پر مصیبت نازل ہو) کہے تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا"۔[2]

پھر اس باب کے تحت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ اور اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر کی:

یہودی شخص ایک مرتبہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گزرا تو کہنے لگا: "اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ" (تمہیں موت آئے یا تم پر مصیبت نازل ہو) پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "وَعَلَیْکُمْ" (اور تم پر بھی ایسا ہی ہو)۔

* علامہ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح بخاری" میں ذکر کیا ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر اہل کوفہ (احناف) کا مذہب اختیار کیا۔[3]

---

[1] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الثانی، 432

[2] صحیح بخاری: کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، 4/ 314، رقم 6926

[3] المتواری علی ابواب البخاری: کتاب استتابۃ المرتدین، ص 354

* امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بہر حال آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تالیفِ قلب کی مصلحت کی بنا پر یہود کو قتل نہیں کیا، یا اس لئے کہ اُنہوں نے اعلانیہ اور واضح انداز میں ایسا نہیں کہا تھا، بلکہ زبانوں کو موڑ لیا تھا، یا انہوں نے ایسا بطریق گالی نہیں کہا تھا، بلکہ اُس موت کی دعا تھی جو ہر ایک کے لئے ضروری ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جواب میں ''وَعَلَيْكُمْ'' (اور ایسے ہی تم پر بھی ہو) فرمایا، یعنی وہ موت جو ہم پر اور تم پر نازل ہونے والی ہے۔[1]

عنقریب بیان ہوگا کہ جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ تعریضاً بھی کہا تو متفقہ طور پر اُسے قتل کر دیا جائے گا، پس یہ بات کیونکر قابل ملامت ہوسکتی ہے، حالانکہ یہاں اس کے بارے میں تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے۔

* امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح بخاری'' فرمایا:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تعریض کو تصریح (صراحت) کی ضد کے طور پر استعمال کیا ہے، ورنہ ان کی مراد وہ مروّجہ تعریض نہیں ہے جس کا مطلب ہے، لفظ کو اس کی حقیقت میں ہی استعمال کیا جائے، لیکن اس سے مراد ذہن میں موجود دوسرا معنی لیا جائے (کیونکہ اگر مروّجہ تعریض مراد ہو تو پھر گستاخی ہی کہلائے گی)۔[2]

(2) امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' کے تیسرے باب

---

[1] فتح الباری: کتاب استتابۃ المرتدین، 12/281

[2] فتح الباری: کتاب استتابۃ المرتدین، 12/281

کی دوسری فصل میں ذکر کیا ہے:

اظہار سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے گستاخی کرے، یا خلوت میں کرے لیکن اس کی گستاخی پر دو گواہ قائم ہو جائیں، یا وہ خود ہی گستاخی کا اقرار کر لے کیونکہ اس کا اقرار، یا گواہوں کے سامنے گستاخانہ کلمات کا کہنا ''اظہار'' ہی شمار ہوگا۔ ہاں اگر بالفرض یہ صورت ہو کہ کافر نے اپنے گھر میں یہ سمجھ کر گستاخی کی کہ کوئی نہیں سن رہا، لیکن اُس کے مسلمان پڑوسی نے سن لیا، یا کسی نے کان لگا کر بات سن لی اور پھر اس کی گواہی دے دی، تو حنابلہ کے کلام میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا لیکن مجھے یہ بات دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے کلام میں نہیں ملی، پس ان (حنابلہ) کا اسے مطلق رکھنا، اسی بات (یعنی اظہار نہ ہونے) پر محمول ہے۔[1]

* انہی میں کتاب ''حسب المفتین'' کے مصنف (ابوالمعالی بن خواجہ بخاری) بھی ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بحر محیط'' میں علامہ علم الہدی سے منقول ہے:

جس نے بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی دینی معاملے، یا شخصیت، یا کسی حالت، یا اوصاف جسمانی کے بارے عیب زنی کی، تو چاہے وہ گستاخی کرنے والا کوئی بڑے مرتبہ کا حامل ہو یا عام شخص، چاہے اہل کتاب میں سے ہو یا اس کے علاوہ، ذِمی کافر ہو یا حربی، نیز یہ بھی برابر ہے کہ اُس سے گستاخی، توہین یا عیب زنی، جان بوجھ کر سرزد ہوئی ہو یا انجانے میں، بھول سے یا غفلت میں، یا مذاق میں، تو ایسے

---

[1] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الثانی، ص428

شخص کے کفر کا حال یوں ہے کہ اگر وہ توبہ کرے بھی تو اس کی توبہ نہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک قابل قبول ہوگی اور نہ ہی لوگوں کے نزدیک۔ شریعت مطہرہ میں آخری زمانے کے مجتہدین کا اجماعی موقف اور دورِ اوّل کے اکثر مجتہدین کا موقف ایسے شخص کے بارے میں یہ ہے:

اُسے لازماً قتل ہی کیا جائے گا اور بادشاہ، یا اس کے نائب اس شخص کے قتل کے حکم میں سستی سے کام نہیں لیں گے، پس اگر اُسے دنیوی مقاصد کی رعایت کرتے ہوئے قتل نہیں کیا گیا اور چھوڑ دیا گیا تو یہ سب بھی اس کی گستاخی پر راضی رہے جو کفر تھی، لہٰذا یہ ایسے شخص کے کفر پر راضی رہے اور کفر پر رضا مند ہونا بھی ''کفر'' ہے، پس یہ تمام ہی کافر قرار پائیں گے تو ایسے کفر کا بھی وہی حکم ہوگا جیسا کہ ابھی ماقبل ہم نے حکم بیان کیا ہے اور اسی طرح کا حکم ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم مثلاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور خصوصاً شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے کا بھی ہے کہ ان کو گالی دینے والے اس طرح کے کافر ہیں کہ اگر وہ توبہ بھی کریں، تو ان کی توبہ نہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک قابل قبول ہے اور نہ ہی لوگوں کے نزدیک۔[1]

---

[1] اس بارے میں جمہور علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ اگر گستاخی کرنے والے نے خلوص دل سے توبہ کرلی تو تمام ہی ائمہ کرام اور مذاہب اربعہ کے مجتہدین کے نزدیک اس کی توبہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں مقبول ہوگی، اختلاف تو صرف دنیاوی سزا یعنی قتل کے معاف ہونے یا نہ ہونے کا ہے۔ فافہم، خدا جانے کہ اس کتاب کے مصنف خواجہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کلام کیوں فرمایا؟ حالانکہ آیت قرآنی کا ظاہر اور اس کا واضح عموم بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ قیامت کے روز (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور شریعت مقدسہ میں ایسوں کا حکم یہی ہے کہ انہیں گستاخی سرزد ہو جانے کے فوراً بعد بغیر کسی مہلت کے قتل کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسی گستاخی کرنے والوں پر ہمیشہ لعنت فرمائے۔[1]

* ''ذخیرۃ'' کی کتاب ''الفاظ الکفر'' میں اور ''اجناس ناطفی'' میں ہے:

اگر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی بھی نبی علیہ السلام کو گالی دی گئی تو ایسے گستاخ کو بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا، نیز ایسے شخص کی کوئی توبہ نہیں، چاہے وہ پکڑے جانے یا گواہی دیئے جانے کے بعد (توبہ کرے)، یا پھر اَز خود تائب ہو کر پیش ہو جائے جیسا کہ زندیق، کیونکہ یہ (سزا) حدّ ہے جو واجب ہو چکی ہے، لہٰذا یہ توبہ کر لینے سے ساقط نہیں ہوگی، جیسا کہ حقوق انسانی کا معاملہ ہوتا ہے (کہ وہ بھی صرف توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوتے، جب تک کہ خود وہ شخص معاف نہ کر دے)، یہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اہل کوفہ نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا موقف ہے۔

میں (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی) کہتا ہوں:

عبارت میں جو گالی دینے والے گستاخ کی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک توبہ قبول ہونے کا معاملہ ذکر ہوا ہے تو پہلی فصل میں یہاں کے موقف کے بر خلاف ذکر ہوا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس میں دو موقف ہیں۔۔۔۔۔۔ پس غور

(حاشیہ صفحہ سابقہ) شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف فرما دے گا اور اگر دنیا میں خلوص دل سے توبہ کر لی تو پھر معاملہ ہی جدا ہے، یقیناً معافی ہوگی، صرف دنیاوی سزا دی جائے گی یا نہیں، اسی میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔

[1] حسب المفتین: کتاب الحدود، ورقہ 337

فرمائیں۔[1]

اسی طرح متذکرہ بالا عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل ہوا:

آخری زمانے کے مجتہدین کے نزدیک اجماعی طور پر گالی دینے والے گستاخ کو، چاہے وہ مسلمان ہو یا ذمی کافر، قتل ہی کیا جائے گا۔ پس غور فرمائیں۔

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ یہ فرمایا: ''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے کی وجہ سے ذمی کافر کا عہد و پیمان نہیں ٹوٹے گا اور اس کی بنا پر اُسے قتل نہیں کیا جائے گا''، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہی یہ بھی تو فرمایا: ''البتہ اُسے تعزیراً سزا دی جائے گی''۔

---

[1] پہلا موقف یہ تھا: گستاخ اگر خلوص دل سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ عند اللہ فائدہ دے گی، البتہ یہاں قتل کیا جائے گا اور دوسرا موقف یہ ہے: اس کی توبہ عند اللہ بھی قبول نہیں ہوگی۔ ہم نے اس دوسرے موقف کی ماقبل حواشی میں وضاحت کردی ہے، ملاحظہ فرمائیں، نیز یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ ایسی باتوں میں سے ہے جسے ہم اَز خود نہیں جان سکتے، اس لئے ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں ہی اس کا جواب دیکھنا ہوگا، پس قرآن وسنت کے واضح دلائل تو ہر ایسے گناہ کی توبہ کو جو زندگی میں عالم نزع سے قبل خلوص دل سے کر لی گئی ہو، مقبول ہونے کی بشارت دیتے ہیں، لہٰذا ایسے میں بعض علمائے کرام کے اقوال کو سہو یا کسی اور مطلب پر محمول کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان سے درگزر فرمائے۔ گستاخ اگر توبہ کرلے تو عند اللہ وہ مقبول ہوگی، اس کی وضاحت امام احمد رضا محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتاوی رضوی'' میں بھی ذکر کی ہے، تفصیلی دلائل اور احناف کا موقف جاننے کے لئے وہاں مراجعت کریں۔

اور یہ کہا گیا ہے: بے شک امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں بڑے جرائم کی تعزیر میں سزا کے طور پر قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔[1]

میں (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی) کہتا ہوں:

* ''بحر الرائق'' اور ''نہر الفائق'' میں ہے:

تعزیر کے طور پر قتل کیا جاسکتا ہے، اسی لئے فسادی، ڈاکو، ٹیکس خور اور ان کی معاونت کرنے والوں کو قتل کیا جائے گا، نیز ایسے افراد کا قاتل لائق جزا ہو گا۔[2]

* ''خزانۃ الاکمل'' کی ''کتاب السیر'' میں ہے:

ہمارے اصحاب نے ان ٹیکس لینے والوں کے بارے میں کہا ہے جو لوگوں کا سامان چھین لیتے ہیں کہ ان کا خون مباح ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ انہیں قتل کردیں اور لوگوں میں سے جو کوئی بھی اُن پر غلبہ پالے تو بغیر تنبیہ کیے یا سمجھائے، انہیں قتل کرسکتا ہے۔

* اس طریقے کو احناف میں سے علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''فتاوٰی خیریہ'' میں روا رکھا ہے، ان کی عبارت یوں ہے:

سوال: ایسا ذمی جس نے بارگاہِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی، اس کی سزا کیا ہوگی؟

جواب: اس کی سزا میں اس قدر مبالغہ کیا جاسکتا ہے، چاہے وہ قتل تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے، کیونکہ ہمارے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس بات کی وضاحت

---

[1] السیف المسلول: ص252

[2] نہر الفائق: کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر، 3/165

کر دی ہے کہ بڑے جرائم کی سزا میں تعزیراً قتل بھی کیا جا سکتا ہے اور بھلا تعزیر میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی سے بڑھ کر اور کون سا جرم ہو سکتا ہے کہ مومن کا دل تو اسے ہی سب سے بڑا جرم گردانتا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کے ارباب اقتدار کو چاہیے کہ اُسے قتل کر دیں، تاکہ دین کے دشمن اور شریر ترین کافروں کی جانب سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں توہین کیے جانے کی وجہ سے مسلمانوں کے جگر مزید نہ جلیں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ ''فتاوی خیریہ'' کا کلام ختم ہوا[1]

میں کہتا ہوں: اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ کفر سے تعزیر کا واجب ہونا مانع نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کافر نے مسلمانوں میں سے کسی کو گالی دی تو ایسی صورت میں بھی تعزیر واجب ہو جاتی ہے تو پھر سیّد الاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے کر توہین کرنے والے کا اس جگہ کیا حال ہوگا؟ یہ تو ہماری تعزیر کی بحث میں سب سے بڑا جرم قرار پاتا ہے، کیونکہ تعزیر میں جرم کی سنگینی اور کمتری، نیز کہنے والے کے حال اور اُس کے قول کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے جیسا کہ ''شرح وقایہ'' اور اس کے علاوہ کتب میں مذکور ہے۔

لہٰذا جب شرعی طور پر تعزیز میں قتل تک کیا جانا ثابت ہو چکا تو یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی سب سے بڑا جرم اور سب سے ناپسندیدہ ترین فعل ہے، لہٰذا گستاخی کرنے والے ایسے بے باک کافر کا تعزیراً قتل کیا جانا اور صفحہ ہستی سے مٹا دینا بھی واجب ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ الْفَضْلِ وَالْاِنْعَامِ

---

[1] فتاوی خیریہ: کتاب السیر، باب المرتدین، 1/103

* اور امام بزازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''فتاوٰی'' اور امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح القدیر'' میں اور دیگر بہت سے احناف نے اپنی کتب میں ذکر کیا:

ہمارے نزدیک گالی دینے والے گستاخ کو بطور ''حدّ'' قتل کیا جائے گا۔[1]

* ''الکفایۃ شرح الھدایۃ'' اور ''الاشباہ والنظائر'' میں مذکور ہے:

ذمی کافر پر سوائے شراب نوشی کی حدّ کے بقیہ تمام ہی حدود نافذ کی جائیں گی۔[2]

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے! بے شک ایسے شہروں میں جہاں کفار کی اکثریت بستی ہے، وہاں کے باشندوں سے بکثرت انبیائے ومرسلین علیہم السلام کی جناب میں گالی وتوہین کا صدور ہوتا رہتا ہے، حالانکہ وہاں ایسے مسلمان اَربابِ اقتدار بھی موجود ہیں جو دینی احکام کے قیام میں سست اور انہیں عملی طور پر نافذ نہیں کرنا چاہتے، تو ایسے مقام پر گالی دینے والے گستاخ وملحدین کے لئے صرف قتل کا ہی فتویٰ ہونا چاہیے تاکہ کفر کرنے والوں کی ہمت ہی ٹوٹ جائے، یا انہیں (شرائط عہد یا حکومتی اعلانیہ وغیرہ میں ایسی باتوں کی صراحت) لکھ کر دے دی جائے تاکہ وہ نامراد ہی لوٹیں، پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ ہی کٹ جائے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پھر جان لیجئے! (کتاب ہذا کی) اس قسم (ثانی) میں ہم نے صرف فقہی

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ: 6/321، فتح القدیر: کتاب السیر، باب احکام المرتدین 6/91

[2] کفایہ: کتاب الحدود، باب الوط، 5/39، اشباہ ونظائر: الفن الثالث، الجمع والفرق، 2/388

روایات کو ہی ذکر کیا ہے اور باقی رہے ایسے دلائل جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ گالی دینے والے گستاخ کافر کو قتل ہی کیا جائے گا تو انہیں ہم نے یہاں طوالت کی بنا پر نقل نہیں کیا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں اس بات پر چودہ[1] دلائل ذکر کیے ہیں، پس جس کا دل چاہے وہاں ملاحظہ کرے۔[2]

تنبیہ حسن

* احناف میں سے علامہ زمخشری[3] نے ''کشّاف'' میں اور امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مَدَارِك'' میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فرمان:

''وَإِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ'' (التوبہ: ۱۲)۔

ترجمہ: اور اگر عہد کرکے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ

---

[1] شیخ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب ''الصارم المسلول'' میں ستائیس وجوہات سے استدلال کرتے ہوئے قتل کا حکم ثابت کیا ہے، اس سے زیادہ تفصیلی دلائل اب تک راقم کی نظر سے نہیں گزرے نیز امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی کے دلائل سے استفادہ کیا جیسا کہ ''السیف المسلول'' میں بھی اس کی صراحت موجود ہے اور کتاب ہذا میں آگے مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے، اختلاف عقائد و مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کتاب اپنے موضوع پر اب تک لکھی گئی کتب میں بے مثال ہے، شاید اسی لئے امام شامی اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور خود امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اساطین علم وفن نے مخالفت کے باوجود اسے پسند فرمایا۔

[2] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الرابع، ص 291 تا 366

[3] یہ عقائد میں معتزلی اور فقہ میں حنفی تھے۔

آئیں (یعنی طعن و تشنیع کریں) تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔۔۔ کے تحت ذکر کیا ہے:

اگر ذمی کافر نے دین اسلام کے بارے میں ظاہری طعن و تشنیع کی تو اس کا قتل جائز ہوگا، کیونکہ اس کا عہد و پیمان اس بات سے مشروط تھا کہ وہ اسلامی اُمور کے بارے میں طعن و تشنیع نہیں کرے گا، پس جب اُس نے طعن کیا تو اپنے عہد و پیمان کو خود ہی توڑ دیا اور حفاظت کے ذمہ سے نکل گیا۔[1]

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گالی دینے والا (ذمی) گستاخ اپنے عہد کو توڑنے والا اور دین پر زبان درازی کرنے والا ہے، لہٰذا اس کا قتل جائز ہے۔[2]

تنبیہ حسن

پھر یہ بات کہ گالی دینے والا کافر اگر گستاخی کے بعد اسلام لے آئے تو کیا اس کا قتل ساقط ہوگا یا نہیں؟

* امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح وقایہ" پر اپنے حاشیہ میں فرمایا:

جب کسی ذمی کافر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی، یا عیب لگایا، یا تحقیر کی، یا کسی اور صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی جو کفر کے مترادف ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ اسلام نہ لائے تو اس کے قتل میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کیونکہ اُسے عہد و پیمان اس بات پر نہیں دیا گیا تھا اور یہی موقف دیگر اہل علم

---

[1] تفسیر کشاف: سورۃ التوبہ، آیت 12، ج3، ص17، تفسیر مدارک: ایضاً، 1/ 667

[2] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الثانی، ص286

رحمۃ اللہ علیہم کا بھی ہے۔

* البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلیانِ کوفہ میں سے ان دونوں کے پیروکاروں کا موقف یہ ہے:

اُسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اُس پر جو شرک کا وبال پہلے سے موجود ہے وہ اس گستاخی سے بھی بڑا ہے لیکن ایسے شخص کو تعزیراً سزا ضرور دی جائے گی۔

جبکہ ایک قول کے مطابق ایسا ذمی کافر جس نے گستاخی کی ہو، اسلام لانے کے باوجود بھی اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہے اور اُمت پر واجب ہے کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں توہین، زبان درازی اور تنقیص سے لوگوں کو باز رکھے کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے۔

لہٰذا ایسے گستاخ کے اسلام لانے سے قتل ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ اسلام لانے سے پہلے کے حقوق انسانی مثلاً قتل اور قذف وغیرہ بھی (اسلام لے آنے کے بعد) ساقط (معاف) نہیں ہوتے۔ پس جب ہم اس معاملے میں کسی مسلمان کی توبہ کو قبول نہیں کرتے تو پھر کسی کافر کی توبہ کو تو بدرجہ اولیٰ قبول نہیں کریں گے۔[1]

* میں (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی) کہتا ہوں:

یہ آخری قول اُسی موقف پر مبنی ہے جسے احناف میں سے متاخرین علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اختیار کیا ہے کہ کافر جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے تو اُسے

---

[1] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 2/322

بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا۔ پس غور فرمائیں۔[1]

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "السیف المسلول" میں ذکر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:
اگر کسی کافر نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی اور پھر اسلام لے آیا، توسوائے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں فقہی مذاہب کے مطابق اُسے قتل ہی کیا جائے گا۔

مذہب مالکی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو مشہور قول مروی ہیں کہ اسلام لے آنے کی صورت میں اس کا قتل ساقط ہو جائے گا، اگرچہ مسلمان کے بارے انہوں نے فرمایا ہے کہ گستاخی کرنے کے بعد اگر وہ دوبارہ اسلام لے بھی آئے تب بھی اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا۔

مذہب حنبلی

ان کے مطابق گالی دینے والے گستاخ کی توبہ کر لینے کے بارے میں تین اقوال ہیں:

1 - اُسے مطلقاً قتل ہی کیا جائے گا۔

2 - اُسے مطلقاً قتل نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں امام بزازی رحمۃ اللہ علیہ، محقق علی الاطلاق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیا ہے، البتہ ان سے موخر امام ابن عابدین شامی، امام احمد رضا محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں قدرے تفصیلی نکات بیان کیے ہیں جنہیں عصر حاضر کے تناظر میں ملحوظ رکھنا کئی فوائد کا حامل ہے، اہل علم و تحقیق پر وہ علمی تفصیلات منکشف ہیں، البتہ انہیں عوام الناس کے لئے زیادہ مفید نہ ہونے کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا۔

3 - گستاخی کے بعد ذمی کی اس فعل سے توبہ قبول ہوگی لیکن مسلمان کا گستاخی کرنے کے بعد اسلام لاتے ہوئے توبہ کرنا قبول نہیں ہوگا (یعنی اسلام تو قبول کرلیا جائے گا، لیکن توبہ کی صورت میں قتل کا ساقط ہونا قبول نہیں کیا جائے گا)، البتہ ان کے یہاں مشہور یہی ہے کہ مطلقاً اس بارے میں کسی کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔

مذہب شافعی

ان کے یہاں مشہور قول کے مطابق توبہ مقبول ہے، چاہے وہ اصلاً مسلمان ہو یا کافر۔

''اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْل'' اور شیخ ابن تیمیہ کا تذکرہ

اور مجھے (تقی الدین سبکی کو) ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ حنبلی کی کتاب ''اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی شَاتِمِ الرَّسُوْلِ'' حاصل ہوئی، جس میں انہوں نے ستائیس (27) وجوہات کی بنیاد پر (گستاخ کو) قتل ہی کیے جانے پر استدلال کیا اور اس میں انہوں نے نہایت کاوش کی، اور استدلال کے طریقوں میں وسعت فکری اور بالغ نظری سے کام لیا ہے، یہ کتاب ایک ہی جلد میں سمٹی ہوئی ہے۔

البتہ مجھے اسلام لے آنے کے بعد اُس (گستاخ) شخص کے قتل کیے جانے کے بارے میں اِن (یعنی شیخ ابن تیمیہ) کے ساتھ اتفاق کرنے میں دلی طور پر اطمینان نہیں ہوا لیکن یہ بات اجتہادی ہے لہٰذا اگر کسی اور عالم (یعنی شیخ ابن تیمیہ) کو شرح صدر ہو گیا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اجتہاد و تقلید

کا معاملہ تو دلی اطمینان پر ہی قائم ہوا کرتا ہے۔

اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ گستاخی کرنے کے سبب قتل کیا جانا اگر تو بطورِ حدّ ہے تو ہم کہتے ہیں: یہ گویا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ہی مقررہ حدّ ہے جیسا کہ زنا کی حدّ، پس چاہیے کہ یہ بھی اُس کافر (سے اُسی طرح) سے ساقط ہو جائے جیسا کہ حالت کفر میں کیا گیا زنا (کا وبال) اُس سے (اسلام لے آنے کے بعد) ساقط ہو جاتا ہے۔

اور اگر ہم کہیں: یہ حدّ (گستاخ کو قتل کی صورت میں دی جانے والی سزا) حقوق انسانی کی حدّ ہے تو ایسی صورت میں پھر قتل کیا جانا ہی ظاہر ہے۔

لیکن اگر یہ قتل اس طور پر ہے کہ گستاخی کرنے کی وجہ سے یہ شخص کافر ہو گیا ہے تو پھر اسلام لے آنے کی صورت میں اس کے قتل کا ساقط ہونا بھی بالکل ظاہر ہے۔[1] یہاں تک امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا۔

* میں (مخدوم ہاشم ٹھٹھوی) کہتا ہوں:

مذہب حنفی

جب کوئی مسلمان توہین کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے گا اور یہ قتل کرنا یا تو ''بطورِ حدّ ہوگا''، حتیٰ کہ اُس کے توبہ کرنے سے بھی اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ سابقاً ''فتح القدیر'' اور دیگر کتب کی تصریحات گزر چکیں، یا پھر ''بطورِ

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل السادس، ص386

مرتد ہونے کے'' اور اس کے بارے میں ''الاشباہ والنظائر'' اور ''فتح المعین حاشیہ ملا مسکین''[1] اور دیگر کتب میں صراحت مذکور ہے۔

* اس بارے میں ''الاشباہ'' کی عبارت یوں ہے:

کوئی بھی کافر اگر توبہ کرے تو اُس کی توبہ دنیا اور آخرت دونوں ہی میں قبول ہوگی، سوائے ایسے کافروں کی جماعت کے جو کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما، یا ان میں سے کسی ایک کی توہین کے سبب کافر ہوئے ہوں۔[2]

اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ لفظ ''توبہ'' مرتد ہونے کے بعد اسلام لے آنے کو بھی شامل ہے اور کافر جب توہین کرے تو مختلف اقوال کے مطابق اُسے یا تو بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا، یا بطورِ تعزیر، جیسا کہ ماقبل اس بارے میں تصریحات گزریں اور حدّ ہو یا تعزیر، دونوں ہی ہمارے نزدیک اسلام لے آنے کی بنا پر کافر سے ساقط نہیں ہوتیں۔

* ''بحر الرائق'' کی ''کتاب الحدود'' اور ''کتاب الشہادات'' میں ''فتاوٰی قاری الہدایۃ'' کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

اگر کسی ذمی کافر نے چوری کی، یا زنا کیا اور بعد ازاں اسلام لے آیا، پھر یہ کام اس کے اقرار کرنے یا دو مسلمانوں کے گواہی دینے سے ثابت ہو گئے، تو اس سے حدّ ساقط نہیں ہوگی۔[3]

پس جب اس ذمی کافر سے (اسلام لے آنے کے باوجود) زنا اور چوری

---

[1] فتح المعین حاشیہ ملا مسکین: کتاب الجہاد، باب احکام المرتدین، 2/460

[2] الاشباہ والنظائر: الفن الثانی، الفوئد، کتاب السیر، باب الردۃ، 2/219

[3] بحر الرائق: کتاب الحدود، 5/17، کتاب الشہادات، باب من تقبل شہادتہ، 7/134

کی حدّ ساقط نہیں ہوتی، حالانکہ یہ دونوں (بعض جہات سے) حقوق اللہ سے متعلق ہیں تو پھر گستاخی کی یہ حدّ جس کا تعلق خالص حقوق العباد سے ہے وہ کیونکر ساقط ہوسکتی ہے؟

* ''بحر الرائق'' کی ''کتاب الشہادات'' میں مذکور ہے:

ذمی کافر کے اسلام لے آنے کی وجہ سے اس پر عائد گزشتہ حدّ قذف ساقط نہیں ہوگی۔[1]

* ''الشفاء'' میں امام ابن سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

حدّ قذف اور اس کی مثل دیگر معاملات جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، وہ ذمی کافر کے اسلام لے آنے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے۔[2]

* ''بحر الرائق'' کی ''کتاب الشہادات'' ہی میں ''فتاویٰ یتیمیۃ'' سے منقول ہے:

ایسا ذمی کافر جس پر کسی قسم کی تعزیر لازم ہو چکی ہو اور وہ اُسی حالت میں اسلام لے آئے تو اس سے تعزیر ساقط نہیں ہوگی۔[3]

تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

ہمارے نزدیک توہین کرنے والا کافر اگر اسلام لے بھی آئے تب بھی اس کا قتل ساقط (معاف) نہیں ہوگا۔

البتہ یہ مسئلہ چونکہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اختلافی ہے، لہٰذا اگر

---

[1] بحر الرائق: کتاب الشہادات، باب من تقبل شہادتہ، 7/134

[2] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثانی، 2/267

[3] بحر الرائق: کتاب الشہادات، باب من تقبل شہادتہ، 7/134

حاکم وقت (ہمارے موجودہ زمانے میں حکومت پاکستان، عدالت عالیہ) کسی (ضروری اور اہم) مصلحت کی بنیاد پر امام مالک کے موقف سے استدلال کرتے ہوئے توہین کرنے والے گستاخ کافر کو اسلام لے آنے کی وجہ سے[1] قتل نہ کرنا چاہے، تو البتہ اس کے پاس دلیل موجود ہے۔[2]

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ



---

[1] یہاں اسلام لانے کی شرط لازمی طور پر ملحوظ خاطر رہے ورنہ مسئلہ کا سیاق وسباق مختلف ہو جائے گا۔

[2] ہمارے زمانے میں نہ تو اسلامی حکومت اپنے نظم ونسق کے ساتھ موجود ہے اور نہ ہی کوئی امام۔ مولانا احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''فتاوی'' میں گستاخ کے بارے میں قتل کی سزا و دلائل پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہے: ''کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام!'' الخ۔ لہٰذا ایسے میں مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہمارے موجودہ نظام بے لگام میں عاجز و مجبور ہو جانے والی عوام کے لئے گنجائش کی راہ نکال رہی ہے، نیز فی زمانہ ملکی اور عالمی قوانین کی گرفت سے بچنے کی سبیل بھی ایسے ہی اقدامات میں نظر آتی ہے، امام شامی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں کہ انہوں نے آنے والے زمانے کی مشکلات اور عالمی تبدیلیوں کو پہلے ہی سے محسوس کرتے ہوئے اُمت مسلمہ کو آسانی کا پہلو فراہم کیا، نیز انہیں تاثیم کے زمرے سے دُور رکھا۔

تیسری قسم

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والی مسلمان عورت کا حکم

فقہی روایات کی روشنی میں حاصل ہونے والی معلومات کے پیش نظر ایسی عورت کا حکم بھی وہی ہے، جو مرد کا ہے۔ انہی میں سے چند یہ ہیں:

* ''فتح القدیر'' میں فرمایا:

جس نے اپنے دل میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بغض رکھا تو وہ مرتد ہے، پس گالی دینے والا تو بدرجہ اولیٰ مرتد ہوگا، پھر ہمارے نزدیک اُسے بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا اور قتل ساقط ہونے کے حوالے سے اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔[1]

* امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح وقایہ'' پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے:

ہمارے نزدیک مختار قول یہی ہے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی سے بھی، چاہے جان بوجھ کر ہو یا انجانے میں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین سرزد ہوئی، تو اُسے قتل کرنا واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔[2]

نیز امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ''صاحب الشفاء رحمۃ اللہ علیہ'' سے نقل کیا ہے:

---

[1] فتح القدیر: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 6/91

[2] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 2/322

جس کسی نے بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عیب زنی کی، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات، نسب، دِین یا کسی بھی صفت کریمہ کے بارے میں توہین وتحقیر کی، تو اُسے "گستاخ رسول" شمار کیا جائے گا، ایسے کا حکم یہی ہے کہ اُسے قتل کیا جائے گا اور اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک کے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اور اہلیانِ فتویٰ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اجماعی ہے اور آگے بھی ایسے ہی رہے گا۔[1]

پس اگر کہا جائے: ان عمومی مسائل سے کس طور پر گستاخی کرنے والی مسلمان عورت کے قتل کا حکم ثابت ہوتا ہے، حالانکہ فقہی کتابوں کے متون اور اس کی شروحات اس بات پر متفق ہیں کہ مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اُسے اسلام پر ہی مجبور کیا جائے گا؟

تو ہم کہتے ہیں: ہاں! معاملہ ایسا ہی ہے لیکن توہین کرنے والی مرتدہ عورت اس معاملے سے جدا ہے جیسا کہ جادوگرنی۔

* اسی لئے ''بحر الرائق'' میں فرمایا:

''ان کا کہنا کہ مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا'' تو اس مسئلہ سے جادو کے سبب مرتد ہونے والی عورت کا حکم مستثنیٰ ہے، اگرچہ باقی مرتد ہونے والی عورتیں قتل نہیں کی جائیں گی۔ اس (مستثنیٰ یعنی جادوگرنی کے قتل کیے جانے) کی دلیل وہ روایت ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقرر کردہ حکمرانوں کو لکھا: ''جادوگر مرد اور عورت دونوں ہی کو قتل کردو''۔[2]

---

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الاول، 2/214

[2] بحر الرائق: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 5/217

اور گستاخی کرنے والوں کی ایسے مقام پر مستثنیٰ ہونے کی چند وجوہات ہیں:

توہین کرنے والے گستاخ کو ہمارے نزدیک مختار قول کے مطابق بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا اور حدّ کے واجب ہونے میں مرد اور عورت کا فرق نہیں ہوتا۔

بہر کیف عورت کا قتل اُسی صورت میں ساقط ہو سکتا ہے جب کہ یہ حدّ بطور مرتد ہونے کے ہو، اگر چہ یہ مختار قول کے خلاف ہے جیسا کہ ما قبل گزر چکا ہے کہ ایسا ارتداد جس میں توہین نہ کی گئی ہو تو اُس صورت میں حدّ لازم نہیں ہوتی۔

* امام بزازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "فتاوی" میں فرمایا:

توہین کے سبب قتل کیا جانا، دراصل ایسی حدّ ہے جو واجب ہے اور اس کا تعلق حق العبد سے ہے جو صرف توبہ سے ساقط نہیں ہوتا، جیسا کہ باقی حقوق انسانی اور حدّ قذف وغیرہ کہ یہ بھی توبہ سے ساقط نہیں ہوتے، برخلاف (توہین کے سبب) ارتداد کے، کیونکہ اس میں مرتد ہونے والا منفرد ہوتا ہے اور انسانوں میں سے دوسرے کسی سے بھی اس کا تعلق وابستہ نہیں ہوتا۔[1]

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے! حقوق العباد کے باب میں مرد اور عورت کا فرق نہیں ہوتا ہے۔

* "ذخیرۃ" کی "کتاب السیر" میں مذکور ہے:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "السیر الکبیر" میں اس بات پر استدلال کرتے ہوئے دلیل دی کہ اگر کسی عورت نے اعلانیہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی، تو اُسے قتل کیا جائے گا۔ روایت میں ہے: سیّدنا عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ عصماء بنت مروان اپنی باتوں سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دیتی ہے تو ایک

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ: 6/321

رات جا کر اُسے قتل کر دیا، اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تعریف فرمائی۔[1]

یہاں تک ''ذخیرۃ'' کا کلام ختم ہوا۔

* سیّد احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الکنز'' میں شیخ ابن الکمال رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''ذخیرۃ'' کی روایت جس طرح توہین کرنے والی کافرہ عورت کے قتل کیے جانے پر دلالت کرتی ہے، اُسی طرح ہمارے نزدیک توہین کرنے والے کافر مرد کے قتل کیے جانے پر بھی (بدرجہ اولیٰ) دلالت کرتی ہے۔

میں (مخدوم ہاشم ٹھٹھوی) کہتا ہوں:

اسی طرح یہ مسلمانوں میں سے توہین کرنے والی عورت کے قتل کیے جانے پر بھی بدرجہ اولیٰ دلالت کرتی ہے، کیونکہ توہین کرنے والے مسلمان مرد کے قتل کیے جانے پر تو علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہو ہی چکا ہے، البتہ ان کا اختلاف کافر کے بارے میں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

جس بات کو ہمیں لازمی جاننا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ جو اعلان کیا ہے کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا ہے، یا پھر اس وجہ سے کہ قتل اُسی صورت میں کیا جاتا ہے جب کوئی بالمقابل فساد وقتال کرنے کے درپے ہو اور یہاں ایسی کوئی صورت موجود نہیں ہے۔ نیز اس بات میں بھی کوئی پوشیدگی نہیں ہے کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ بہت ہی بوڑھے، راہب، عبادت کدوں کے مکین، اندھے، اپاہج اور جو بھی ان کی طرح عذر والے ہوں مثلاً

[1] شرح السیر الکبیر: باب من یکرہ قتلہ من اہل الحرب من نساء، 4/188

دیوانہ، لنگڑا، مخالف سمتوں سے ہاتھ پاؤں کٹا، یا داہنا ہاتھ کٹا، یا انہی کی طرح کوئی ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ پس اگر توہین کرنے والی عورت کو اس بنیاد پر قتل نہ کیا جائے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا، یا یہ کہ ان میں لڑائی و مقابلے کی صلاحیت نہیں ہے، تو پھر یہ متذکرہ بالا تمام ہی لوگ اس بات کے حق دار ہوں گے کہ انہیں بھی توہین کے سبب قتل نہ کیا جائے؟ لیکن معاملہ ایسا نہیں، جیسا کہ ماقبل تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ توہین کرنے والوں کا معاملہ ان اُمور سے مستثنیٰ ہے اور حقیقت میں (احادیث میں مذکور) ممانعت انہیں شامل ہی نہیں، پس چاہے اُن میں لڑائی اور مقابلے کی صلاحیت موجود ہو یا نہیں، اُنہیں قتل ہی کیا جائے گا کیونکہ انہیں قتل کرنا اس لئے واجب ہوا ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں توہین سے کام لیا، اس لئے نہیں کہ وہ فساد اور قتال کرنے والیاں تھیں، خوب غور فرمائیں۔

تنبیہ حسن

سابقاً ذکر ہوا کہ گستاخی کی وجہ سے مرتد ہونے والی عورت کو قتل ہی کیا جائے گا اور اگر وہ عورت گستاخی کے علاوہ کسی اور وجہ سے مرتد ہوئی ہے تو پھر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے:

''اُسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید کر کے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا''۔

* ''فتح القدیر'' اور ''بحر الرائق'' میں مذکور ہے:

اگر کسی شخص نے ایسی عورت کو قتل کر دیا تو اس قاتل پر کوئی شئی (جرم و سزا)

لازم نہیں ہوگی، چاہے وہ عورت آزاد ہو، یا باندی، کیونکہ خون کی قدر و قیمت اسلام کی بدولت تھی، وہ اس عورت نے گستاخی کی صورت میں گنوادی۔ [1]



[1] فتح القدیر: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 6/67، بحر الرائق: کتاب الحدود، باب احکام المرتدین، 5/217

چوتھی قسم

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والی کافرہ عورت کا حکم

جان لیجئے! ایسی عورت کے قتل پر "ذخیرۃ" کی وہ عبارت (واضح طور پر) دلالت کرتی ہے جس کا ذکر ابھی ماقبل گزرا ہے۔

اور ہم نے مذکورہ عبارت کو بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ''محیط برہانی'' کی ''کتاب السیر'' کی تیسری فصل جس کا عنوان ہے: ''مشرکین میں سے کس کا قتل جائز ہے اور کس کا جائز نہیں؟'' میں پایا ہے، وہ الفاظ اس طرح ہیں:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے عورتوں، بچوں اور ایسے بوڑھے شخص کے قتل کی بابت دریافت کیا جو لڑائی کی طاقت نہ رکھتے ہوں؟ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل سے منع فرماتے ہوئے اُسے ناپسند کیا۔[1]

تو یہ جواب ایسی عورت کے بارے میں ہے جو حقیقۃً لڑائی نہ کرنے والی ہو، یا صرف اپنی رائے کے ذریعہ سے لڑائی میں حصہ دار ہو، البتہ اگر وہ مال دار ہے اور اپنے مال سے لوگوں کو قتال کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے تو اُسے بھی قتل کیا جائے گا۔

* امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیر الکبیر'' میں اس مسئلہ پر یوں استدلال کیا ہے:

---

[1] محیط برہانی: کتاب السیر، الفصل الثالث، 7/97

اگر عورت نے کسی انسان کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں اُسے قتل کیا جائے گا، روایت میں ہے: رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنو قریظہ والوں کو نُباتہ کے قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس نے خلاد بن سوید کو قتل کیا تھا۔[1]

* اسی طرح اس مسئلہ پر بھی استدلال کیا:

جب کوئی عورت لوگوں کو قتال پر برانگیختہ کرے تو اُسے قتل کیا جائے گا کیونکہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: انہوں نے اُمّ قرفہ کو قتل کیا کیونکہ وہ لوگوں کو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہید کرنے پر برانگیختہ کیا کرتی تھی۔

* اسی طرح اس مسئلہ پر بھی استدلال کیا:

جب کوئی عورت کسی انسان کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو (اُسی موقعہ واردات میں) اُسے بھی قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ سیّدنا عبد الرحمن بن ابی عمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

میرے پیچھے سواری پر ایک عورت آئی، اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی، تو اُسی موقعہ پر میں نے اُسے قتل کر دیا پھر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے دفن کرنے کا حکم فرمایا۔

* اسی طرح اس مسئلہ پر بھی استدلال کیا:

جب کوئی عورت اعلانیہ طور پر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے تو اُسے بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ سیّدنا عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ عصماء بنت مروان اپنی باتوں کے ذریعہ سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف پہنچاتی ہے تو ایک رات جا کر

---

[1] کتاب المغازی للواقدی: 2/ 517

اُسے قتل کر دیا پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کام پر اُن کی تعریف فرمائی۔[1]

گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کرنے کے دلائل کا بیان

یہاں ہم مسئلہ سے متعلق اُن دلائل کا ذکر کریں گے جو ماقبل مذکور ہونے والے دلائل کے علاوہ ہیں، کیونکہ ہمارے زمانے کے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے بعض نے گستاخی کرنے والی عورت، چاہے مسلمان ہو یا کافرہ، اس کے قتل کیے جانے پر انکار کیا ہے اور ان کا فتویٰ ہے: عورت کا قتل نہ ہو، کیونکہ (اُن کے نزدیک) یہی مطالب کی روشنی میں واضح اور قلبی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔

پہلی دلیل

* ماقبل ''ذخیرۃ'' اور ''محیط'' کے حوالے سے عصماء بنت مروان کے قتل کیے جانے کا واقعہ گزرا ہے، اس واقعہ کو اجمالی طور پر ''المواھب اللدنیۃ'' اور اس کی شرح میں یوں بیان کیا گیا:

عصماء بنت مروان یہودیہ جو کہ یزید بن زید انصاری خطمی کی بیوی تھی اور ''خطمی'' کی نسبت ''بنو خطمہ'' کی وجہ سے ہے، یہ عورت اسلام پر عیب زنی کرتی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بُرے اشعار کہہ کر تکلیف دیا کرتی تھی، پس ایک مرتبہ سیّدنا عمیر بن عدی انصاری خطمی رضی اللہ عنہ جو کہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، نے یہ توہین آمیز جملے سن لئے، پس ایک رات یہ آئے، حالانکہ آپ نابینا تھے تو یہ اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے اور اس پر تلوار تان لی، اس وقت

---

[1] محیط برہانی: کتاب السیر، تیسری فصل، فی بیان من یجوز قتلہ من المشرکین، 7/99

شیر خوار بچہ اس کے گرد سویا ہوا تھا، پس انہوں نے ہاتھوں کی مدد سے ٹٹولتے ہوئے بچے کو دور کیا اور تلوار کو اس عورت کے سینے پر رکھ کر پیٹھ تک اُتار دیا پھر اپنے گھر لوٹ گئے۔ بعد ازاں مسجد میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم نے بنت مروان کو قتل کیا ہے؟

انہوں نے عرض کی: جی ہاں اور کیا مجھ پر اسے قتل کرنے کے حوالے سے کوئی باز پرس ہے؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''دو بکریاں سینگ نہیں مارتیں''۔ (یہ عرب کا محاورہ ہے)۔

یعنی اس کی جانب سے مقابلہ اور معارضہ نہیں ہوگا، اور نہ ہی کوئی اس کے خون کے بارے میں سوال کرے گا کیونکہ اس کا خون رائگاں ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصماء کو قتل کرنے پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی اور لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو یہ چاہتا ہو کہ ایسے شخص کو دیکھے جو اللہ اور اس کے رسول کی نصرت میں مشغول ہے، تو اُسے چاہیے کہ عمیر بن عدی کو دیکھے''۔

اتنے میں سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! اس نابینا کی جانب دیکھو جس نے یہ رات اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت میں گزاری ہے۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اے عمر! چپ رہو، بے شک یہ 'بَصِیْر' '' (انکھیارا و صاحب بصیرت) ہے۔

انہیں ''بصیر'' کا نام دیا گیا۔ قتل کرنے کا یہ واقعہ غزوۂ بدر کے بعد ہجرت

کے اُنیسویں مہینے میں رمضان ختم ہونے سے پانچ دن قبل ہوا۔[1]

اس عصماء نامی گستاخ عورت کے قتل کیے جانے کا واقعہ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''طبقات'' میں[2]، امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا عمیر رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت ''الاستیعاب'' میں[3]، امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے غزوۂ بدر کے اخیر میں[4] نیز امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب (سبل الھدی والرشاد) کے ''ابواب السرایا'' میں[5] اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے ائمہ کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس واقعہ بلکہ اسی طرح کے دیگر واقعات کے تناظر میں یہ معلوم ہوا کہ ان عورتوں کو گستاخی کرنے اور گالی دینے ہی کی وجہ سے قتل کیا گیا کیونکہ بغیر گستاخی کے اس کا یوں قتل کیا جانا کوئی معنی نہیں رکھتا، جب کہ سبب قتل کی (گستاخی کے علاوہ) کوئی اور معقول وجہ خصوصاً احناف کے یہاں تو ہے ہی نہیں، کہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اجماع ہے، حقیقی کفر کی بنیاد پر عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے نزدیک مرتدہ ہونے کی وجہ سے عورت کو قتل کیا جائے

---

[1] مواہب لدنیہ: 1/ 195، شرح الزرقانی علی المواہب: کتاب المغازی، قتل عمیر عصماء، 2/ 342

[2] طبقات ابن سعد: ذکر عدد مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، سریۃ عمیر بن عدی، 1/ 365

[3] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: عمیر بن عدی 2/ 117، رقم 1989

[4] کتاب المغازی للواقدی: ذکر سریۃ قتل عصماء بنت مروان، 1/ 172

[5] سبل الہدی والرشاد: ابواب السرایا، باب تاسع، 6/ 36

گا جبکہ یہ (عصماء) تو مرتدہ بھی نہیں تھی بلکہ مدینہ میں بسنے والی یہودی عورت تھی۔[1]

دوسری دلیل

* اسے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" کے باب "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے اُس کا حکم" میں روایت کیا ہے: ہمیں حدیث بیان کی عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبد اللہ بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں جریر رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں مغیرۃ رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک یہودی عورت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتی تھی، ایک شخص نے اُسے گلا دبا کر مار ڈالا، بعد ازاں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا خون رائگاں قرار دیا۔[2]

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس حدیث کی سند کے صحیح اور متصل ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں، البتہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کرنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، لیکن تحقیق یہی ہے کہ سماع ثابت ہے کیونکہ انہوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور یہ بات تو محدثین کرام کے نزدیک مشہور ہی ہے کہ وہ صرف ملاقات (کے امکان) پر اکتفاء کرتے ہوئے اُسے سماع کے ہونے پر محمول کرلیا کرتے ہیں، لہٰذا اس طور پر یہ حدیث صحیح ہوگی اور اگر بالفرض سماع کو تسلیم نہ بھی کیا جائے تو حد درجہ یہ حدیث سند کے

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الرابع، الدلیل السابع، ص 351

[2] سنن ابو داود: کتاب الحدود، 6/417، رقم الحدیث 4362

اعتبار سے مرسل ہوگی، پس امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل احادیث (محدثین کرام کے یہاں) بہترین مَرَاسِیْل شمار ہوتی ہیں، ان تمام باتوں کے ساتھ اس حدیث کو دیگر مروی احادیث سے بھی تقویت ملتی ہے، لہٰذا جب کسی مرسل حدیث کو ایسی تقویت مل جائے تو بغیر کسی اختلاف کے وہ حجت کا درجہ پالیتی ہے۔

یہ حدیث مسئلہ ہذا کے بارے میں نہایت قوی طور پر دلالت کرنے والی ہے کیونکہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ حقیقی کفر کی بنیاد پر عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اور احناف کے نزدیک تو مرتدہ ہونے کی وجہ سے بھی عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، جبکہ یہ (عصماء) تو مرتدہ بھی نہیں تھی بلکہ مدینہ میں بسنے والی ایک یہودی عورت تھی اور مدینہ کے تمام ہی یہودی (اسلام کی جانب سے) آرام دہ زندگی گزارتے تھے، لہٰذا احناف کے نزدیک ایسی صورت میں قتل کیا جانا تو قصاص کو لازم کرنے والا ہے، چاہے اس عورت کو کسی مسلمان نے قتل کیا ہو یا غیر مسلم نے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گستاخ عورت کا خون رائگاں قرار دیا، تو سب سے مضبوط دلیل کے طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کرنے والے کا قتل واجب ہوتا ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا:

مدینہ کے تمام ہی یہودی (اسلام کی جانب سے) آرام دہ زندگی گزارتے تھے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی مہاجرین اور انصار کو ایک دستاویز لکھ کر دی جس میں یہودیوں کے ساتھ سکون بخش معاشرت کا حکم فرمایا، نیز اُن سے عہد لیتے ہوئے انہیں ان کے اموال پر

باقی رہنے دیا۔

اس بارے میں اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے، امام ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الاموال'' میں ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے جبکہ امام ابن اسحاق اور امام واقدی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی ''کتاب المغازی'' میں تفصیلی طور پر روایت کیا ہے۔[1] امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

تیسری دلیل

* امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنی ''سنن'' کے) باب ''جو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے اُس کا حکم'' میں روایت کیا ہے: ہمیں حدیث بیان کی عباد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں خبر دی اسماعیل بن جعفر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں عثمان شحّام رحمۃ اللہ علیہ نے، انہیں عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ایک نابینا صحابی کی اُمّ ولد (لونڈی) تھی جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دیتی اور توہین کیا کرتی تھی، پس یہ صحابی اُسے منع کرتے رہتے لیکن یہ نہیں رُکتی تھی، مارتے بھی تھے لیکن یہ پھر بھی باز نہیں آتی تھی، تو ایک رات اس عورت نے پھر سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی اور بُرا کہا تو انہوں نے خنجر لے کر اسے پیٹ پر رکھا اور دباؤ دے کر گھونپ دیا جس سے وہ مر گئی، حتیٰ کہ اس کے پیٹ سے ناقص بچہ بھی ٹانگوں کے درمیان سے باہر آ گیا اور یوں وہ خون آلود ہو گئی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] السیف المسلول: ص 331 تا 338، ملخصاً

نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''میں ایسا کرنے والے شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اپنے اُس حق کی، جو میرا اُس پر ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے''۔

پس وہ نابینا صحابی کھڑے ہوئے اور لوگوں کو عبور کرتے اور کانپتے ہوئے آگے بڑھے حتیٰ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حاضر ہو گئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں اس لونڈی کا مالک تھا وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتی اور بُرا کہا کرتی تھی، میں نے اُسے بارہا منع کیا لیکن وہ باز نہ آئی، میں نے اُسے مارا، تب بھی وہ اس فعل سے نہیں رُکی، میرے اُس لونڈی سے دو موتیوں جیسے بیٹے بھی تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ میری مددگار بھی تھی، لیکن اس رات جب دوبارہ اُس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی اور بُرا کہا تو میں نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا اور یوں اُسے قتل کر دیا۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! گواہ ہو جاؤ، اس عورت کا خون رائیگاں گیا''۔[1]

اس روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت کی سند صحیح کی شرائط کے مطابق بہت عمدہ ہے، نیز اس سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی استدلال کیا ہے اور انہوں نے رَوح رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے عثمان شحّام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ماقبل تفصیل گزر چکی کہ مدینہ میں بسنے والے تمام ہی یہودی (اسلامی

---

[1] سنن ابوداود: کتاب الحدود، 4/ 344، رقم الحدیث 4361

حکومت کی جانب سے) پُرسکون زندگی گزارتے تھے، لہٰذا ایسے میں اس عورت کا گستاخی کے علاوہ قتل کیے جانے کا کوئی دوسرا سبب نہیں ہوسکتا۔ اب چاہے دوسری دلیل کے تحت ذکر ہونے والے واقعات ایک ہی ہوں، یا الگ الگ (اس سے ہمارے موقف پر کوئی فرق نہیں پڑتا)، البتہ جو واقعہ پہلی دلیل کے ضمن میں بیان ہوا وہ ایک مستقل اور الگ واقعہ ہے۔[1]

چوتھی دلیل

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کے دن عبداللہ بن خطل کی دو گانے والی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا جو گاتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتیں تھیں، اسی طرح سارہ بنو عبدالمطلب کی لونڈی کے بھی قتل کا حکم دیا نیز ایسے تمام ہی لوگ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کیا کرتے تھے) اُن کا خون مباح قرار دیا۔

* ''مواہب اللدنیۃ'' اور اس کی شرح میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یوں ہے:

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کے دن جن لوگوں کا خون مباح قرار دیا اُن کی تعداد تیرہ (13) تھی، جس میں آٹھ مرد اور پانچ عورتیں شامل تھیں، ان میں سے تین مرد اور تین عورتوں کو قتل کیا گیا، جبکہ باقی لوگ اسلام لے آئے ، پس عورتوں میں سے جنہیں قتل کیا گیا ان میں سے ابن خطل کی دونوں گانے والی لونڈیاں ، ایک کا نام ''فرتنا'' اور دوسری کا ''ارنب'' تھا، یہ گاتے ہوئے

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الرابع، الدلیل السادس، ص343

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتیں تھیں، اسی طرح سارہ کا بھی حال تھا کہ یہ ابن خطل کے کہنے پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتی تھی، نیز باقی عورتیں بھی اسی طرح کی تھیں۔[1]

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جہاں تک عورتوں کے قتل کیے جانے کا حکم تھا تو اس کا سبب صرف اور صرف توہین ہی تھا، ورنہ عورتوں کو قتل نہیں کیا جاتا کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ سے دو سال پہلے ہی عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا تھا جبکہ یہ دونوں ہی گانے والیاں لونڈیوں تھیں، نیز غلاموں کو بھی کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا ہے، پس اس دن خون کا مباح قرار دینا کفر کی وجہ سے نہیں تھا (اگر کفر کی وجہ سے ہوتا تو مکہ کی اکثریت اُس وقت تک کافر تھی لہٰذا سب کو ہی قتل کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا) کیونکہ اصل سبب گستاخی اور توہین تھی۔

پس اگر تو وہ تمام عورتیں قریش کے معاہدے کے مطابق عہد والی تھیں، تو یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ معاہدہ کرنے کے بعد اگر کوئی گستاخی کرے تو اُسے قتل کیا جائے گا، جب یہ معاملہ ہے تو پھر ذمی کافر کو تو بدرجہ اولیٰ گستاخی کے سبب قتل کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ معاہدے والیوں میں سے نہیں تھیں تو ان کو گستاخی کی وجہ سے قتل کرنا بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا، لہٰذا جب معاہدہ نہ کرنے والے کو گستاخی کی بنیاد پر قتل کیا جاتا ہے تو جس نے معاہدہ کیا ہو یا ذمی کافر جس نے اسلامی متعلقہ قوانین کی پاسداری کا اقرار کیا ہو اُسے گستاخی اور توہین کے

---

[1] مواہب لدنیہ: 2/ 306، شرح الزرقانی علی المواہب، 3/ 427

سبب قتل کرنا زیادہ لائق ہے۔[1]

پانچویں دلیل

سیّدنا مہاجر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے یمن کا امیر بنا کر بھیجا گیا تو ان کے سامنے ایک عورت لائی گئی جو گاتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کیا کرتی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹ کر سامنے کے دانت اُکھیڑ ڈالے،[2] پھر یہ بات سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں اس عورت کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔

اسی طرح شیخ کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "السیف المسلول" میں ذکر کیا ہے۔

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

پس اگر کہا جائے: انہوں نے پہلے ہی لکھ کر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کے

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الرابع، الدلیل الثامن، ص353

[2] ہمارے سامنے موجود کتاب میں اس جگہ "نَزَعَ ثِیَابَھَا" کے الفاظ ہیں، جن کا ترجمہ کرتے وقت ہمیں نہایت حیرت تھی کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایسا فعل کیسے روا رکھ سکتے ہیں؟ توفیق الٰہی سے ہمیں یہی روایت "الصارم المسلول" ابن تیمیہ میں نظر آئی جس کے الفاظ یوں تھے: "نَزَعَ ثَنِیَّتَیھَا"، پہلی صورت میں ترجمہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے کپڑے نکلوا دیئے (معاذ اللہ) جبکہ دوسری صورت میں ترجمہ ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے دانت نکلوا دیئے، اور یہی سزا کے بھی موافق ہے، یقیناً مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ درگزر فرمائے۔

قتل کے بارے میں کیوں نہیں پوچھا؟ ہم کہتے ہیں: کیونکہ سیّدنا مہاجر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں اپنے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے بطور حدّ یہ سزا دِی تھی، اس لئے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دوسری حدّ کو جمع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔[1]

چھٹی دلیل

* ایک عورت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی تو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''میرے دشمن کو کون کفایت کرے گا؟'' پس سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نکلے اور اُسے قتل کر دیا۔

اسے شیخ کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں ذکر کیا ہے۔[2]

ساتویں دلیل

* روایت میں ہے: سیّدنا عمیر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ کو امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ'' میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یہ واقعہ اُس قصہ سے الگ ہے جس میں عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے عصماء کو قتل کیا تھا، لہٰذا جس نے ان واقعات کو ایک ہی سمجھا، اسے وہم ہوا ہے۔[3]

اگر کہا جائے: بات یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی توہین کرنے والوں میں سے بعض کو معاف بھی فرمایا تھا جیسا کہ جنگ حنین کے موقعہ پر ہوا، نیز اس

---

[1] السیف المسلول: الباب الاول، الفصل الثانی، 123/ 124

[2] سیرت کازرونی، خاتمۃ الکتاب، الفصل السادس، 239

[3] الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: 4/ 84، رقم الترجمۃ 6021

کے علاوہ بھی واقعات موجود ہیں، پس اس تناظر میں آپ کا یہ کہنا ''گستاخ کا قتل واجب ہے اور اسے معاف نہیں کیا جائے گا'' بھلا کیسے درست ہوگا؟

ہم کہتے ہیں:

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں فرمایا:

یہ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی توہین کرنے والوں کو معاف فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی صاحب حق تھے، لہٰذا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاف کرنے اور انتقام لینے، دونوں کا ہی اختیار حاصل تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد ہمارے لئے جائز ہی نہیں کہ اس معاملے میں کسی کو معاف کریں کیونکہ اس سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف پہنچے گی۔[1]

تنبیہ حسن

اگر کہا جائے: کیا گستاخی کرنے والے کو قتل کرنے کا معاملہ امام اور قاضی کی ہی دسترس میں ہوتا ہے یا مسلمانوں میں سے بھی کسی کا قتل کردینا جائز ہے؟ نیز اگر کسی شخص نے امام کی اجازت کے بغیر ہی اس گستاخ کو قتل کردیا تو کیا ایسے شخص پر قتل کی وجہ سے کوئی قصاص یا دیت وغیرہ لازم ہوگی؟

ہم کہتے ہیں: اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر بھی ایسے گستاخ کو قتل کردیا تو اس پر قصاص یا دیت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ اگر تو وہ گستاخی کرنے والا پہلے مسلمان تھا پھر گستاخی کی وجہ سے مرتد ہوگیا تو ایسے مرتد کا خون مباح ہوتا

---

[1] السیف المسلول: ص368، ملخصاً

ہے جیسا کہ ''بحر الرائق'' میں مذکور ہے۔[1] اور اگر وہ پہلے سے ہی کافر تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں اور عورتوں میں سے ایسے جنہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین وتحقیر کی تھی، اُن کا خون مباح قرار دیا تھا جیسا کہ کعب بن اشرف، عبد اللہ بن خطل، ابو رافع، عصماء بنت مروان اور ابن خطل کی دونوں گانے والی لونڈیاں وغیرہ۔ اور باقی رہا اس بات پر کلام کہ کیا مسلمانوں میں سے کسی کو امام کی اجازت کے بغیر گستاخ کا قتل کرنا جائز ہے؟ تو ما قبل گزر چکا کہ مسلمان گستاخ کا قتل بطورِ حدّ ہوگا اور کافر گستاخ کا قتل بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بطورِ حدّ ہوگا جبکہ دیگر بعض کے نزدیک بطورِ تعزیر۔

* ''فتح القدیر'' میں فرمایا:

حدود (کے نفاذ) میں حکام کے علاوہ نیابت نہیں ہوتی، اسی طرح وہ تعزیر جس میں حق العبد بھی شامل ہو جائے مثلاً حدّ قذف وغیرہ تو انہیں حاکم کے علاوہ (اَز خود) نافذ نہیں کیا جا سکتا، لیکن ایسی تعزیر جس کا تعلق حق اللہ سے ہو تو البتہ اسے کوئی بھی مسلمان اللہ جل جلالہ کی جانب سے نافذ کر سکتا ہے۔ لہٰذا پوشیدہ نہ رہے کہ گستاخ کا قتل اگر بطورِ تعزیر ہو تو اس میں حق العبد بھی شامل ہے لہٰذا اسے صرف حاکم ہی قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔[2]

* ''فتاوٰی بزازیہ'' کی ''کتاب الحدود'' میں ہے:

تعزیر میں قتل کیے جانے کی سزا محتسب (حاکم) کا غیر بھی دے سکتا ہے۔[3]

---

[1] بحر الرائق: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، 5/217

[2] فتح القدیر، کتاب الحدود، باب القذف، فصل فی التعزیر، 5/330

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ: کتاب الحدود، 6/430

یہ قول اس صورت پر محمول ہے کہ جب تعزیر کسی حق اللہ کے سبب واجب ہوئی ہو۔

اگر کہا جائے: عوام الناس میں سے کسی کا توہین کرنے والے گستاخ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو گستاخی کرنے والوں کو قتل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

ہم کہتے ہیں: بے شک بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین کرنے والے گستاخوں کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے ہی قتل کیا تھا جیسا کہ کعب بن اشرف، ابورافع، عبداللہ بن خطل اور اس کی گانے والی لونڈیاں۔

* جہاں کہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت کے بغیر قتل کیا گیا تو اس کے بارے میں امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "السیف المسلول" میں جواباً فرمایا:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے مواقع پر انکار نہ کرنا شاید اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ کہیں لوگ یہ گمان نہ کرلیں کہ توہین کرنے کے بعد قتل واجب نہیں ہوتا۔ اسی لئے امام کو بھی نزاکت وقت کے پیش نظر ایسا انکار نہ کرنے کا اختیار ہے یا پھر اس کا جواب یہ ہے کہ گستاخی کرنے والے کے قتل کرنے کا اختیار امام کو فتنہ کے خوف کے پیش نظر دیا گیا ہے (کہ وہ خود ہی قتل کا حکم دے اَز خود لوگ قتل نہ کریں ورنہ فساد کا اندیشہ ہے) لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایسا فتنہ نہیں تھا۔[1]

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فتنہ نہیں تھا، کیونکہ وہ تمام ہی عادل

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الرابع، الدلیل الخامس، ص340

تھے، پس اگر ان پر انکار نہیں کیا گیا تو ان سے کسی کو ناحق نقصان بھی نہیں پہنچا، برخلاف دیگر لوگوں کے، کہ وہ ایسے حال کے حامل نہیں ہے۔ تدبر



اگر کہا جائے: عوام الناس میں سے کسی کا توہین کرنے والے گستاخ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو گستاخی کرنے والوں کو قتل کیا اور آپ ﷺ نے اس پر ک ❁❁❁❁ اس کی کیا وجہ ہے؟

ہم کہتے ہیں: بے شک بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین کرنے والے گستاخوں کو آپ ﷺ کی اجازت سے ہی قتل کیا تھا جیسا کہ کعب بن اشرف، ابو رافع، عبد اللہ بن خطل اور اس کی گانے والی لونڈیاں۔

* جہاں کہیں آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر قتل کیا گیا تو اس کے بارے میں امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے "السیف المسلول" میں جواباً فرمایا:

آپ ﷺ کا ایسے مواقع پر انکار نہ کرنا شاید اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ کہیں لوگ یہ گمان نہ کر لیں کہ توہین کرنے کے بعد قتل واجب نہیں ہوتا۔ اسی لیے امام کو بھی نزاکت وقت کے پیش نظر ایسا انکار نہ کرنے کا اختیار ہے یا پھر اس کا جواب یہ ہے کہ گستاخی کرنے والے کے قتل کرنے کا اختیار امام کو فتنہ کے خوف کے پیش نظر دیا گیا ہے (کہ وہ خود ہی قتل کا حکم دے اگر خود لوگ قتل نہ کریں ورنہ فساد کا اندیشہ ہے) لیکن آپ ﷺ کے زمانے میں ایسا فتنہ نہیں تھا۔[1]

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فتنہ نہیں تھا، کیونکہ وہ تمام ہی عادل

---

[1] السیف المسلول، الباب الثانی، الفصل الرابع، الدلیل الثالث، ص 340

دوسری فصل

مسلمان اور کافر کی جانب سے کون سے کلمات توہین شمار ہوتے ہیں اور کون سے نہیں ہوتے؟

اس میں دو قسمیں ہیں

پہلی قسم

مسلمانوں کی طرف سے جو کلمات توہین شمار ہوتے ہیں

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ گستاخی کے کلمات اور اس کی تفصیلات کا بیان کرنا، یا انہیں بطورِ حکایات بتانا، یا ان کا دل میں خیال تک لانا، نہایت سنگین معاملہ ہے، لیکن یہاں احکام شریعت کو بیان کرنے کے لئے انہیں ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اسی لئے جلیل القدر علمائے اسلام کی پیروی میں ہم بھی ضرورتاً یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

* جان لیجئے! فاضل چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح وقایہ" پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا:

اس بات پر اُمت کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، یا کسی بھی نبی علیہ السلام کی تحقیر کرنا کفر ہے، چاہے کہنے والے نے اس تحقیر کو حلال جان کر کیا ہو یا حرام جانتے ہوئے، اس مسئلہ میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس کے بارے میں اجماع نقل کرنے والے اور اس کی تفصیلات ذکر کرنے والے بے شمار ہیں اور انہیں میں سے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بھی ہیں۔

* صاحب شفاء (امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

ایسی تمام باتیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب زنی ہو، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی

وصف کی توہین وتحقیر ہوتی ہو، یا کوئی نکتہ چینی کرے، یا اس کے مشابہ کوئی لفظ بطور تعریض بولے، یا توہین کے طور پر شان اقدس میں کمی کی نسبت کرے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیب جوئی کرے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی نقصان کی تمنا کرے، یا کسی ایسی چیز کی بطور مذمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کرے جو آپ کے منصب عالی کے شایانِ شان نہ ہو، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبع مبارکہ کی طرف کوئی عیب یا بیہودہ بات منسوب کرے، یا کسی مصیبت اور مشقت کا طعنہ دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عار دِلائے، یا ایسے بشری عوارض جن کا صدور انسانی جہت سے ممکن ہو (اگرچہ واقع نہ ہوئے ہوں) انہیں ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر کرے، تو یہ متذکرہ بالا تمام ہی اُمور گستاخی شمار ہوں گے۔ ایسے شخص کا حکم یہی ہے کہ اُسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کے علمائے کرام اور اہلیانِ فتویٰ رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع اور اتفاق رہا ہے اور یہ معاملہ یوں ہی آگے بھی جاری رہے گا۔

اس موقف کے حاملین میں امام مالک بن انس، امام لیث، امام احمد، امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے، اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی اسی موقف کا تقاضہ کرتا ہے۔

اسی کی مثل امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اہل کوفہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے لیکن ان کے یہاں اس گستاخی کو ارتداد میں شمار کیا گیا ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی مثل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے

نقل کیا ہے: جو بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے تو یہ حکم اُس کے لئے جاری ہوگا۔ اسی وجہ سے گستاخ کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں اختلاف واقع ہوا ، نیز کیا اُسے بطورِ حدّ قتل کیا جائے گا یا بطورِ کفر؟ جیسا کہ ماقبل گزرا۔

* ''مبسوط'' میں ہے کہ عثمان بن کنانہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

جو مسلمان بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے، اُسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گئ، نیز امام کو اختیار ہے کہ چاہے تو اُسے زندہ سولی پر چڑھادے، یا قتل کردے۔

* ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

جس نے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چادر میلی (گندی) تھی اور اس سے مراد عیب جوئی تھی تو اُسے قتل کردیا جائے گا۔

* شیخ ابوالحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے بارے میں قتل کا فتویٰ دیا جس نے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حمال (بوجھ اُٹھانے والے) اور ابوطالب کے یتیم تھے۔

* امام احمد بن ابوسلیمان ''صاحب سحنون'' رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کالی رنگت والے تھے تو اُسے قتل کردیا جائے گا۔

فقہائے اُندلس رحمۃ اللہ علیہم نے ابن حاتم کو قتل کرکے سولی دیئے جانے کا فتویٰ صادر کیا کیونکہ اس پر گواہی دی گئی تھی کہ اُس نے مناظرہ کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یتیم اور حیدر کا خسر کہتے ہوئے تحقیر کی، نیز یہاں تک گستاخی کی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زہد مبارک اختیاری نہیں تھا، اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اچھے

کھانوں پر دسترس ہوتی تو ضرور کھاتے۔ نیز اسی طرح کی اور بکواس کی تھی۔

* قاضی عبداللہ بن مرابط رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ غزوات میں ہزیمت کا سامنا ہوا تو اس سے توبہ طلب کی جائے گی، پس اگر تائب ہو جائے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملات میں دخل اندازی کرے، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے معاملات میں ''صاحب بصیرت'' اور غلطی سے بچے رہنے میں ''صاحب یقین'' تھے۔

* شیخ ابن عتاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قرآن وسنت دونوں ہی اس بات کو واجب قرار دیتے ہیں کہ جس نے بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینے، یا بطریق تعریض وتصریح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے کا ارادہ کیا، اگرچہ کسی بھی قدر ہو، تو اُسے قتل کرنا واجب ہے۔

لہٰذا اس باب میں مذکورہ تمام ہی باتیں جنہیں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے گالی اور توہین کے زمرے میں شمار کیا ہے، اس کے کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہے اور اس بارے میں متقدمین اور متاخرین علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے نیز اگر کچھ اختلاف ہوا بھی ہے تو وہ اُس بات میں ہے جس کا ہم نے پہلے اشارہ کر دیا ہے۔ اسی طرح جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر توہین وتحقیر کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بکریاں چرانے والا، یا بھولنے والا، یا نسیان اور جادو کے اثرات سے متاثر ہونے والا، یا کسی بھی سبب سے زخم لگنے پر متاثر ہونے والا، یا بعض جنگی مہمات میں ہزیمت اُٹھانے والا کہے، یا دشمنوں

کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف یا زمانے کی گردشوں پر عار دلائے، یا اپنی عورتوں کی جانب زیادہ میلان رکھنے والا کہے، تو اگر کہنے والے نے انہیں بطریق توہین کہا ہو تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔[1]

اور اس بارے میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا موقف تفصیل سے ماقبل گزر چکا اور آنے والا کلام بھی مزید اسی پر دلالت کرتا ہے، یہاں تک امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ میں[2] جو کلام ذکر کیا تھا ختم ہوا نیز یہ تمام کلام امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ''السیف المسلول''[3] میں بھی مذکور ہے۔

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

یہ سارے کا سارا کلام امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور احناف، شوافع اور حنابلہ سب ہی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مذکورہ بالا اُمور توہین اور مرتد کرنے والے ہی ہیں، جن سے قتل واجب ہوتا ہے، اگرچہ ایسے شخص کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں ان حضرات میں قدرے اختلاف موجود ہے۔[4]

* امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح وقایہ'' پر اپنے حاشیہ میں لکھا ہے:

بعض فقہائے اُندلس رحمۃ اللہ علیہم نے شیخ ابو محمد منصور رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جسے کسی دوسرے نے تنقیص کا طعنہ دیا تو اُس نے پلٹ کر

---

[1] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، ص409

[2] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 2/319

[3] السیف المسلول: الباب الاول، الفصل الاول، 126 تا 128

[4] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، ص410

جواب دیا: تم مجھے اپنی باتوں سے تنقیص کا نشانہ بناتے ہو حالانکہ میں ایک انسان ہی تو ہوں اور ہر انسان سے کوئی نہ کوئی غلطی ہوتی ہی ہے حتیٰ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہوئی۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے طویل قید اور سختی سے ادب سکھائے جانے کا فتویٰ صادر کیا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ اس نے توہین کا ارادہ نہیں کیا تھا جبکہ دیگر بعض فقہائے اُندلس رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے قتل کا ہی فتویٰ صادر کیا۔[1]

* ''محیط برہانی'' کی فصل ''الفاظ الکفر'' میں مذکور ہے:

بے شک یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ جب کسی مسئلہ کے بارے میں تکفیر کی بہت سی وجوہات ہوں، لیکن عدم تکفیر کی صرف ایک ہی وجہ موجود ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اُس ایک وجہ پر ہی فتویٰ دے، پس اگر تو حقیقتاً اُس قائل کی نیت اسی وجہ کے مطابق تھی جس سے عدم تکفیر مترشح ہوئی تو وہ مسلمان ہی رہے گا، لیکن اگر بالفرض اُس کی نیت اُن وجوہات میں سے ایک ہوئی، جن سے کفر لازم آتا ہے تو ایسے حال میں مفتی کا دیا ہوا فتویٰ (عند اللہ) اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ایسے شخص کو توبہ کرنے اور اپنے کفر سے لوٹنے کا حکم دیا جائے گا، نیز اس کے اور اس کی بیوی کے مابین نکاح کی تجدید بھی کرائی جائے گی اور یہ تمام باتیں ایسی صورت میں ہوں گی جبکہ وہ کفریہ کلمہ ایسا ہو کہ اس سے توبہ قبول کی جا سکتی ہو (لہٰذا توہین و گستاخی والے کلمات بھی اگرچہ کفریہ ہی ہوتے ہیں لیکن اکثر علمائے

---

[1] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 3/321

کرام کے نزدیک ان میں توبہ قبول نہیں کی جاتی جیسا کہ ماقبل گزرا)۔[1]

* ''فتاویٰ تاتارخانیۃ'' میں ''ظہیریۃ'' سے نقل کیا گیا ہے:

اگر بالفرض کہنے والے کی کوئی نیت ہی نہیں تھی، تو مفتی اس کے کلام کو ایسی وجہ پر محمول کرے گا جس سے تکفیر لازم نہ آئے، اور اُسے توبہ و استغفار اور نکاح کی تجدید کا حکم دیا جائے گا۔[2]

* ''محیط برہانی'' میں مذکور ہے:

جو شخص کچھ انبیائے کرام کی نبوت کا اقرار نہ کرے، یا کسی بھی نبی علیہ السلام پر عیب زنی کرے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسولوں میں سے کسی کی سنت (طریقے) سے راضی نہ ہو تو وہ کافر ہوگا۔

* امام ابن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

اگر کوئی سیّدنا خضر اور سیّدنا ذوالکفل علیہما السلام کی نبوت سے انکاری ہو، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

آپ نے جواب دیا:

جس بھی نبی علیہ السلام کی نبوت پر (مختلف روایات اور تحقیقی دلائل و قرائن کے تناظر میں) اُمت کا اجماع نہ ہوا ہو، تو ایسے نبی کی نبوت سے (تحقیقات کی روشنی میں) انکار کرنا نقصان دہ نہیں ہوگا۔[3]

* ''فتاویٰ النوازل'' میں مذکور ہے کہ امام ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

---

[1] محیط برہانی: کتاب السیر، فصل 42، مسائل مرتدین، 7/397

[2] فتاویٰ تاتارخانیہ: کتاب احکام المرتدین، پہلی فصل، 7/282

[3] محیط برہانی: 7/408

جس نے بھی اپنے دل میں کسی نبی علیہ السلام سے بغض رکھا تو وہ کافر ہو گیا، اسی طرح جس نے کہا: اگر فلاں شخص نبی ہوتا تو میں اُس پر ایمان نہیں لاتا، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

* ''فتاوی صغریٰ'' میں مذکور ہے:

کسی شخص نے فارسی میں کہا: اگر فلاں شخص نبی ہوتا تو میں اُس کی تصدیق نہیں کرتا لہٰذا اگر تو اس کی مراد یہ تھی کہ فلاں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا رسول ہوتا تو بھی میں اُس پر ایمان نہیں لاتا، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح جس نے کہا:

اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کا حکم دیتا تو بھی میں نہیں کرتا (تو وہ کافر ہو جائے گا)۔[1]

* ''جامع اصغر'' میں ہے:

جب کسی شخص اور اس کے خسر کے درمیان اختلاف ہو جائے پس وہ کہے: اگر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مجھے خوشخبری دیتے تو بھی میں اُن کا حکم نہیں مانتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

---

[1] (i) فتاوی صغریٰ: کتاب السیر، الفاظ الکفر، 233

(ii) امام احمد رضا خان محدث بریلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلہ پر ''فتاوی ہندیہ'' میں حاشیہ لگاتے ہوئے ذکر فرمایا میں کہتا ہوں: اگر اس کی مراد یہ ہو کہ اس کام کا کرنا مجھ پر اس قدر بھاری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ کام نازل کیا ہوا فرض ہوتا تو بھی میرا نفس اس کے کرنے سے ضرور منع کرتا تو ایسی صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

(تعلیقات رضویہ علی فتاوی ہندیہ: ص35، صدیقی پبلی شرز، کراچی)

* اسی طرح جس نے کہا:

اگر انبیائے کرام کا فرمایا ہوا سچ اور حق ہوتا تو ہم نجات پا جاتے، پس وہ کافر ہو جائے گا۔

* اسی طرح جس نے کہا:

میں اللہ کا رسول ہوں، یا فارسی میں کہا: میں پیغمبر ہوں اور اس سے مراد یہ تھی کہ مجھ پر وحی آتی ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ پس جس وقت اس شخص نے ایسا کفریہ کلمہ کہا اور اُسی وقت کسی دوسرے نے اس سے معجزہ طلب کر لیا تو معجزہ مانگنے والا بھی کافر ہو جائے گا۔

بعض اخیر زمانے کے مشائخ نے اس بارے میں فرمایا:

اگر معجزہ طلب کرنے والے کا مقصد اُس مدعی کو عاجز اور ذلیل کرنا ہو تو البتہ کافر نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ (شُعَیْرٌ) استعمال کیا، تو بعض مشائخ کرام کے نزدیک وہ کافر ہو جائے گا، جبکہ بعض کے نزدیک کافر نہیں ہوگا، لیکن اگر یہ بطریق توہین استعمال کیا تو سب کے نزدیک کافر شمار ہوگا۔

اگر کسی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انسان تھے یا جنّ؟ تو ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فقیر تھے، یا کہا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے گندے تھے، یا کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناخن بڑے تھے، تو ایسی گستاخی کرنے والا مطلق کافر ہو جائے گا، جبکہ بعض نے کہا: اگر یہ کلمات بطور توہین کہے تو کافر

ہو گا۔

* اگر کسی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یوں کہا:

اُس مرد نے یہ کہا، یہ کہا۔۔۔تو ایسے گستاخانہ کلمات کہنے والا کافر ہو جائے گا اور بعض نے کہا: کافر نہیں ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو کعب بن اشرف کے قتل کے لئے روانہ کیا[1] تو انہوں نے اجازت مانگی تھی کہ ہمیں اس کو دھوکہ دینے کے لئے باتیں کرنے کی اجازت دی جائے جس سے اُسے ہم پر اعتماد ہو جائے پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اس بات کی اجازت دی تو ان میں سے ایک نے جا کر کعب سے کہا: اس بندے کا (ہمارے درمیان نبی بن کر) نکلنا ہمارے لئے مصیبت بن گیا ہے۔ پس اگر یہ بات کفر ہوتی، تو وہ اسے ہرگز نہ بولتے۔[2]

اگر کسی نے محمد، یا احمد نامی کسی شخص یا ابوالقاسم کی کنیت والے کسی بندے کو گالی دی اور یوں کہا: اے زنا کرنے والی کے بیٹے! اور جو کوئی بھی اس نام یا اس کنیت کا حامل بندہ ہے (وہ بھی ایسا ہی ہے) تو بعض نے کہا: ایسا کہنے والا کافر

---

[1] تفصیلی واقعہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں، کتاب المغازی للواقدی: ص184 تا 193

[2] صحابہ کرام کو یہ اجازت ایک خاص موقع اور معاملے کے لئے دی گئی تھی، لہٰذا اس سے مطلق معاملات پر استدلال کرنا ہرگز درست نہیں، نیز صحابہ کرام کے یہاں اس واقعہ کے علاوہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتا کہ انہوں نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہوں، پس ایسے کلمات کو اب استعمال کرنا بہر حال بے ادبی اور گستاخی ہی شمار کیا جائے گا، یہ وضاحت اس لئے لکھ دی تا کہ ہمارے زمانے کے بناوٹی دین دار جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی کہتے پھرتے ہیں وہ کہیں اس عبارت کو دلیل نہ بنا لیں۔

نہیں ہوگا کیونکہ ذہن ایسی گفتگو میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب مائل نہیں ہوتا ہے جبکہ بعض نے کہا: اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جاری تھا اور درایں اثنا ایسا کہا گیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

* مجبور کیے جانے کے بارے میں ''الاصل'' میں مذکور ہے:

جب کسی شخص کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے تو اس کی تین صورتیں ہوں گی:

(1) مجبور کیے جانے والا خود کہے: میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا، لیکن مجھے مجبور کر کے جیسا کہلوایا گیا تو میں نے کہہ دیا، البتہ میں اس گستاخی سے بالکل راضی نہیں تھا تو ایسی صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا، جیسا کہ اگر کسی کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے لیکن اس کا دل ایمان پر مضبوط ہو تو کہنے کے باوجود وہ کافر نہیں ہوگا۔

(2) مجبور کیے جانے والا خود کہے: میرے گمان میں عیسائیوں میں سے ایک محمد نامی شخص تھا تو میں نے اُس عیسائی کی نیت کر کے گالی دی، تو ایسی صورت میں بھی وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین نہیں کی۔

(3) مجبور کیے جانے والا خود کہے: میرے گمان میں عیسائیوں میں سے محمد نامی ایک شخص موجود تو تھا لیکن میں نے اُس عیسائی کو گالی نہیں دی بلکہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تھی تو ایسی صورت میں وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اپنی مرضی سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی تھی، حالانکہ یہ اس دوسرے عیسائی شخص کو اپنے گمان میں گالی دے کر خود سے حالت مجبوری کو دور کر سکتا تھا،

لیکن اس نے ایسا کرنے کے بجائے اپنی مرضی سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی گالی دی تو یہ کافر ہوگا۔[1] اسی طرح اگر کسی نے کہا: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مجنون تھے تو وہ کافر ہوجائے گا اور اگر کسی نے کہا: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غشی طاری ہوئی تو وہ البتہ کافر نہیں ہوگا۔[2]

* شیخ شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''نوادر الصلوٰۃ'' میں مذکور ہے:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے یوں کہا: بے شک محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے رسول ہیں لیکن مجھے پسند ہے کہ میں انہیں گالی دوں۔ آپ نے فرمایا: یہ ایسا (بدبخت) شخص ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کو نہیں جانا، کیونکہ اگر اس کی معرفت (کا ذرّہ بھی) پالیتا تو اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے۔

* اسی طرح کسی نے کہا:

اگر آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو آج ہم ان مصائب میں مبتلا نہ ہوتے، پس ایسا کہنے والے کے کفر میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے۔[3]

* اسی طرح اگر کسی کے سامنے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت شدہ حدیث مبارک پڑھی گئی اور دوسرے شخص نے اسے ردّ کر (جھٹلا) دیا تو بعض مشائخ

---

[1] امام احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ''فتاویٰ ہندیہ'' میں حاشیہ لگاتے ہوئے ذکر فرمایا: یہی واضح حق ہے۔
(تعلیقات رضویہ علی فتاوی ہندیہ: ص53، صدیقی پبلی شرز، کراچی)

[2] مبسوط: 7/392

[3] ''فتاویٰ ہندیہ'' میں ''خلاصۃ الفتاویٰ'' کے حوالے سے ایسے قول کو کفریہ شمار کیا ہے۔

کرام نے فرمایا: وہ ردّ کرنے (جھٹلانے) والا شخص کافر ہوجائے گا، جبکہ متاخرین مشائخ کرام نے فرمایا: اگر وہ حدیث متواتر تھی [1] تو کافر ہوجائے گا اور اگر اس نے تحقیر کرتے ہوئے (حدیث سن کر) کہا: ہم نے بہت سنی ہیں، تو ایسی صورت میں بھی وہ کافر ہوجائے گا۔

* اسی طرح اگر کسی نے یہ خواہش کی:

کاش انبیائے کرام کے زمرے میں یہ نبی نہ ہوتا، پس اگر تو ایسے شخص کا ارادہ اُس نبی علیہ السلام کی تحقیر یا عداوت کا تھا تو یہ کافر ہوجائے گا۔

* اگر کسی نے اپنے ساتھ والے سے کہا:

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ چیز مثلاً کدو بہت پسند تھا تو اس کے ساتھی نے کہا: مجھے بالکل پسند نہیں، تو یہ کفر ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے جبکہ بعض متاخرین نے اس بارے میں کہا:

اگر اس نے یہ بطور توہین کہا تھا تو کافر ہوگا اور اگر ویسے ہی کہا تھا (توہین مقصود نہ تھی) تو کافر نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] حدیث متواتر اُسے کہتے ہیں: جسے ہر زمانے میں اتنی تعداد میں لوگوں کی جماعت روایت کرے جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عادۃً محال و ناممکن ہو، ایسی حدیث سے حاصل ہونے والا علم قطعی اور یقینی ہوتا ہے، مزید تفصیل علوم حدیث پر مشتمل کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] امام احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر "فتاوی ہندیہ" میں حاشیہ لگاتے ہوئے ذکر فرمایا: یہی صحیح ہے۔ (تعلیقات رضویہ علی فتاوی ہندیہ: ص 53، صدیقی پبلی شرز، کراچی)

* اگر کسی شخص نے دوسرے کے سامنے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان پڑھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میرے منبر اور میری قبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے''۔

پس دوسرے شخص نے فوراً کہا: میں نے تو منبر اور مزار کے درمیانی مقام کو دیکھا ہے مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیا۔ تو کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔

* اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو کہا:

میرے پاس چاندی (پیسے) نہیں ہے تو اس کی عورت نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، تب شوہر نے کہا: اگر انبیائے کرام اور فرشتے تیرے پاس آکر گواہی دیں کہ میرے پاس چاندی (پیسے) نہیں ہے تو ان کی تصدیق بھی مت کرنا۔ پھر اس کی بیوی نے کہا: ہاں! میں ان کی بھی تصدیق نہیں کروں گی، پس ''مجموع النوازل'' میں مذکور ہے کہ وہ کافر ہو جائے گی۔

* اسی کتاب میں مذکور ہے:

اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا: بے شک آدم سوت بُنا کرتے تھے، اُس کے ساتھی نے کہا: پھر تو ہم ایک جولاہے کے بیٹے ہوئے، پس یہ کفر ہے کیونکہ اُس نے اللہ کے ایک نبی کی توہین کی ہے۔

* ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کھانا کھا لیتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے، پس اس کے ساتھی نے کہا: یہ تو بے ادبی (غیر مہذب) ہے، پس ایسا کہنا کفر ہے۔

* ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا:

سفید رنگ کے کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، اس پر اُس کے ساتھی نے جواب میں کہا: اگر یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے تو پھر ہم مجوسی ہوئے کہ وہ لوگ بھی سفید کپڑے پہنتے ہیں، پس کہا گیا: ایسا قول آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔

* ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا:

اپنا سر منڈوایا کرو اور ناخن کاٹ لیا کرو کیونکہ یہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، اس پر اُس کے ساتھی نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا اگرچہ یہ کام سنت ہی کیوں نہ ہوں، پس ایسا کہنا کفر ہے، کیونکہ اس نے یہ بات بطریق ردّ وانکار کہی ہے، اسی طرح یہ معاملہ تمام ہی سنتوں میں اور خصوصاً اُن معروف سنتوں میں جاری ہوگا جن کا ثبوت تواتر (تسلسل) کے ساتھ ہو جیسا کہ مسواک وغیرہ۔

* اسی لئے امام محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

اگر کسی شہر کے باشندے اس بات پر اتفاق کرلیں کہ وہ مسواک نہیں کریں گے تو ہم اُن سے ویسا ہی قتال کریں گے جیسے کافروں سے کرتے ہیں۔ اسی طرح ''نخجوانی'' کے نسخے میں مذکور ہے۔ میں نے ایک دوسرے مقام پر لکھا ہوا پایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا: اپنی مونچھیں چھوٹی کرو، یا اپنی مونچھیں کاٹ لو کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے تو دوسرے نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ پس اگر تو اُس نے سنت کے انکار کے طور پر ایسا کہا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

* امام فخجوانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخے میں مذکور ہے:

اگر کسی نے کہا: ان دہقانوں کی یہ کیا بُری عادت ہے کہ کھانا تو کھاتے ہیں لیکن ہاتھ نہیں دھوتے۔[1] پس اگر تو اس نے سنت کی توہین کے طور پر ایسا کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

* ''مجموع النوازل'' میں مذکور ہے:

اگر کسی نے کہا: مونچھیں چھوٹی کرنے پر تیرا کیا حال بنا ہوا ہے، تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے سنت کی توہین کی ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے دوسرے سے کہا:

مونچھیں چھوٹی کرو اور دستر خوان بچھاؤ، یا کہا: یہ کیا طریقہ ہے کہ مونچھیں چھوٹی کرتے ہو اور عمامہ کے شملے کو گردن کی جانب لٹکاتے ہو۔ اگر کہنے والے شخص نے یہ بات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر طعن کرتے ہوئے کہی تو وہ کافر ہو گا۔ یہاں تک ''محیط برہانی'' سے ہماری نقل مکمل ہوئی۔

* ''تاتارخانیۃ'' میں مذکور ہے: صدر کمال الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''الرسالۃ'' میں ذکر کیا کہ شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ بہت سے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم موجود تھے، نیز اس شہر کا قاضی بھی حاضر تھا جو سو رہا تھا، اتنے میں کسی نے کہا: اے قاضی! جاگ جاؤ اور دھیان سے سنو، اس پر قاضی نے کہا: بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل

---

[1] یہاں غالباً کھانے کے بعد انگلیوں کو دھونے سے پہلے چاٹنے پر طعن و تشنیع کی گئی ہے، ورنہ چاٹ لینے کے بعد تو سنت یہی ہے کہ ہاتھوں کو دھو کر چکنائی وغیرہ کو صاف کر لیا جائے اور بعد ازاں کسی کپڑے سے پونچھ بھی لیا جائے۔

نہیں سوتا، تو شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر فرمایا: اے قاضی! یہ بات تم نے بطور عقیدہ کہی ہے، یا پھر طنز اور تحقیر کے لئے، تو (دونوں ہی صورتوں میں) تم کافر ہو چکے ہو۔

* ''الحاوی'' میں مذکور ہے:

ایک شخص نے اپنے غلام کو مارنے کا ارادہ کیا تو اس پر غلام نے کہا: مجھے مت مارو، پس اس شخص نے جواباً کہا: اگر مجھے محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کہہ دیں کہ نہ مارو، تب بھی میں تو ماروں گا، یا کہا: اگر آسمان سے بھی آواز آئے کہ اسے نہ مارو، تب بھی میں تو ماروں گا، پس ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔[1]

* آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے صدر امام کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: اگر کسی شخص نے احادیث نبویہ پڑھیں تو دوسرے نے کہا: یہ کیا روز خلل والی باتیں پڑھتے رہتے ہو، پس اگر تو اس کہنے والے نے اس بات کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجائے قاری کی جانب منسوب کر کے کہا، تو پھر دیکھا جائے گا اگر وہ احادیث دین اور شریعت کے احکام میں سے ہوئیں تو یہ کافر ہو جائے گا اور اگر ان کا تعلق دیگر موضوعات سے ہوا تو کافر نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں اس کے کلام کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اگر یہ احادیث کوئی دوسرا شخص پڑھے تو اچھا ہے۔

---

[1] امام احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ''فتاویٰ ہندیہ'' میں حاشیہ لگاتے ہوئے ذکر فرمایا: اور صحیح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر جب وہ استخفاف کا ارادہ کرے (تو تکفیر کی جائے گی)۔

(تعلیقات رضویہ علی فتاوی ہندیہ: ص55، صدیقی پبلی شرز، کراچی)

* اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی معاملے میں کہا:

میں نہیں جانتا، کوئی بھی نہیں جانتا بلکہ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسے نہیں جانتے۔[1]

* اگر کسی شخص نے حدیث کے بارے میں یوں کہا:

یہ مرد کیا کہتا ہے۔۔اور اس مرد سے مراد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات تھی تو وہ کافر ہوجائے گا، کیونکہ اس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے، البتہ اگر اُس نے بطور تعظیم یوں کہا: یہ بلند مرتبہ شخصیت کیا فرماتی ہے (تو کافر نہیں ہوگا)۔

* ''تجنیس ناصری'' میں مذکور ہے:

کسی نے کہا: اگر پیغمبر نے مجھے چھوٹا آدمی کہا تو میں انہیں معاف نہیں کروں گا، تو ایسا شخص کافر نہیں ہوگا۔ اگر یوں کہا: اگر (پیغمبر نے) مجھے چھوٹا آدمی کہا تو میں بھی انہیں ویسا ہی کہوں گا، تو وہ کافر ہوجائے گا۔

* ''یتیمیہ'' میں مذکور ہے:

شیخ علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو انبیائے کرام کی جانب برائیوں مثلاً زنا وغیرہ کو منسوب کرے جیسا کہ سیّدنا نبی اللہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ''حَشْوِیَة'' فرقہ کا موقف ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ اس میں اس نبی علیہ السلام کی توہین اور تحقیر ہے۔

* جس شخص نے کہا: ہر معصیت کفر ہے اور ساتھ ہی کہا: انبیائے کرام

---

[1] اس عبارت کا حکم موجود نہیں، محقق سے رہ گیا ہے، ''فتاوٰی تاتارخانیہ'' میں اس کے بعد ''کفر'' لکھا ہے، یعنی ایسا کہنے والا کافر شمار ہوگا۔

(ج5 ص329، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علیہم السلام سے بھی معصیت سرزد ہوئی۔ پس ایسا کہنے والا کافر ہوگا، کیونکہ یہ گالی دینے والا گستاخ ہے۔

* جس شخص نے کہا: بے شک ہر جان بوجھ کر کیا جانے والا گناہ، کبیرہ اور فسق ہے اور ساتھ ہی کہا: انبیائے کرام علیہم السلام کی لغزشیں بھی جان بوجھ کر تھیں، یا کہا: فسق تھیں، تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ توہین ہے۔

* شیخ خجندی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

ایک شخص نے دوسرے سے کہا: خود پسند نہ بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی خود پسندی کی تھی پس انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ پس کیا ایسا کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کہنے والے سے وضاحت مانگی جائے گی، پس اگر تو وہ ایسی وجہ بیان کرے جس سے کفر لازم نہ آتا ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا اور اگر وہ کوئی وجہ بیان نہ کر سکے تو اُسے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا، (کیونکہ یہ کفر تصور ہوگا)۔[1]

* اگر کسی نے کہا: عربی جوان کی قسم! اور اس سے مراد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہاں تک "تاتارخانیہ" سے ہماری نقل مکمل ہوئی۔

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "السیف المسلول" میں ذکر کیا:

جان لیجئے! ایسے تمام الفاظ جن سے کفر واجب ہوتا ہے، انہیں میں سے گالی (توہین) بھی ہے، علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ایسی صورت میں توبہ کے قبول ہونے میں اختلاف ہے، نیز انہیں میں سے ایسا ارتداد (مرتد ہونا) بھی ہے جو

---

[1] یتیم الدہر فی فتاویٰ اہل العصر: کتاب ما یکون کفراً و ما لا یکون کفراً، 228، فتاویٰ تاتارخانیہ: کتاب احکام المرتدین، فصل سابع، فیما یعود الی الانبیاء، 7/301 تا 302

توہین کی بنا پر نہ ہوا ہو، تو اس میں بھی جب تک اپنے حال کو چھپانے والا زندیق نہ ہو، تب تک اس کی توبہ کو قبول کرلیا جائے گا لیکن اگر اعلانیہ زندیق ہوتو اس کی توبہ قبول ہونے میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔ نیز کون سے الفاظ گالی (توہین) ہوتے ہیں اور کون سے نہیں ہوتے، اس کا مدار عرف پر ہے، ہمارا یہاں علماء سے نقل کردہ کلام جس بات پر دلالت کرتا ہے، اسی سے اس کلام کے مشابہ اُمور پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔[1]

* قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ ہمارے بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:

علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اجماع ہے جس نے انبیائے کرام میں سے کسی بھی نبی علیہ السلام کے لئے مصیبت یا ناپسندیدہ شئ کی خواہش کی تو ایسے شخص کو بغیر توبہ لئے ہی قتل کردیا جائے گا۔[2]

* ''الهداية والاعلام'' میں مذکور ہے:

اصحاب سحنون میں سے فقہائے قیروان رحمۃ اللہ علیہم نے ابراہیم فزاری کے قتل کا فتویٰ صادر کیا اور یہ قاضی ابن طالب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری دینے والوں میں سے تھا، پس اس کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے حوالے سے تحقیر کیا کرتا ہے تو قاضی یحییٰ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر نے اسے طلب کیا (اور جرم ثابت ہوجانے کے بعد) اس کے قتل اور اس کے سولی دیئے جانے کا حکم دیا پس پہلے اسے چھری گھونپی گئی اور پھر اُلٹا کرکے سولی پر لٹکایا گیا، بعد

---

[1] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، ص416

[2] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، 406

ازاں اُتار کر آگ میں جلا دیا گیا۔

* بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے:

جب اسے (ابراہیم فزاری کو) سولی دے دی گئی تو وہ لکڑی گھوم کر سمت قبلہ سے پھر گئی، پس یہ سب کے لئے عبرت کا مقام تھا، اس پر لوگوں نے تکبیر بلند کی، اتنے میں ایک کتا آیا اور اس نے اُس کے خون میں منہ مارا، پس قاضی یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا تھا:

''کتا کسی مسلمان کے خون میں منہ نہیں مارتا ہے''۔[1]

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں فرمایا:

جو شخص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب آپ کی تبلیغ اور جو کچھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے ہیں، اس میں جان بوجھ کر شک کرے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ہونے میں شک کرے، یا کہے: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ نہیں کی، پس ایسا کہنے والا سب کے نزدیک کافر ہے۔[2] جبکہ ''جواہر'' اور ''الذخیرۃ المالکیۃ'' میں ہے: وہ مرتد ہے۔

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ذکر کیا ہے:

جس شخص نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ کی نسبت کی تو ایسے شخص کے کافر ہونے، اس کے قتل کے واجب ہونے اور اس کی توبہ قبول کیے جانے کے بارے میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔[3]

---

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الاول، فصل فی بیان ماھو فی حقہ، الخ 2/218

[2] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فی بیان ماھو من مقالات الکفر 2/284

[3] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، ص426

* ''الهداية والاعلام'' میں ہے:

ایک شخص نے کہا: میں نے حج کیا اور روضہ اقدس کے پاس حاضر ہوا تو مجھے کہا گیا: کھاؤ، پیو اور شادی کرو۔ پس ایسے شخص کے بارے میں فقہائے کرام اور مفتیان عظام رحمۃ اللہ علیہم نے ایک مجلس میں فیصلے سنائے، بعض نے فتویٰ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے، بعض نے خاموشی اختیار کی جبکہ دیگر بعض نے کہا: اسے جیل میں قید کر کے ادب سکھایا جائے اور بطور سزا سو تک کوڑے مارے جائیں۔

* شیخ ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس پر اس بات کی گواہی دی گئی تھی کہ اُس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کہا تھا: یہ اُسی مقام سے آئے جہاں سے پیشاب آتا ہے (معاذ اللہ)، نیز اب یہ اس بات کا انکاری ہے، البتہ اس کے گستاخانہ قول کہنے پر گواہی موجود ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایسی گستاخی کرنے والا نامراد شخص مسلمانوں کے زمرے سے خارج ہے، گواہوں سے اس کے گستاخانہ قول کے بارے میں سوال کیا جائے گا جس پر انہوں نے گواہی دی ہے اور اس کے بعد ہی جواب واضح ہوگا، پس اگر اس گستاخی سے مراد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات تھی تو پھر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اُس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کرتے ہوئے توہین اور تحقیر شان کی ہے اور اس کے پاس گواہی کو ردّ کرنے کی صورت بھی نہیں تو اس کا قتل واجب ہوگا اور اگر اس کی مراد واضح نہ ہو سکے بایں طور کہ اس کا ارادہ اس بات کو ثابت کرنے کا تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انسان ہی تھے فرشتے

نہیں تھے (اسی لئے یوں پیدا کیے گئے جیسا کہ انسان ہوتے ہیں) تو ایسے شخص کو سختی کے ساتھ مارتے ہوئے ادب سکھایا جائے گا کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی مثالوں کو ذکر کرنا سخت بے ادبی و گستاخی ہے۔

* امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دوسرے کو فقر پر عار دلائی تو اس نے جواباً کہا: کیا تم مجھے فقر پر عار دلاتے ہو، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بکریاں چرائیں تھیں۔

پس ایسے شخص کو ادب سکھایا جائے گا کیونکہ اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ ایسے مقام پر کیا جہاں نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں فرمایا:

کسی نوجوان سے کہا گیا: خاموش ہو جاؤ تم اُمّی (پڑھے لکھے نہیں) ہو، تو اس نے جواب میں کہا: کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی نہیں تھے؟ پس ایسے کلام کو لوگوں نے گستاخی شمار کرتے ہوئے اُسے کافر کہا، جس پر یہ نوجوان شرمندہ ہوا اور وہیں لوگوں کے سامنے اپنی توبہ کرنے لگا، اس پر شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

لوگوں کا اس نوجوان کو کافر کہنا بہر حال زیادتی تھا، البتہ یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت اُمّی سے استشہاد کرنے میں غلطی پر تھا، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمّی ہونا تو ایک معجزہ تھا، جبکہ اس نوجوان کا ان پڑھ ہونا اس کا عیب و نقص ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت سے ایسا استدلال کرنا اس کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے، لیکن جب اس نے معافی چاہتے ہوئے توبہ کر لی اور اپنی غلطی کا معترف ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لی ہے تو اب اُسے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اس کا یہ کلام قتل کے واجب ہونے تک نہیں پہنچتا ہے اور جہاں تک ادب سکھانے کی بات ہے تو

اس کا توبہ کرتے ہوئے شرمندہ ہو جانا ہی اس سے ہاتھ روک لینے کو کافی ہے۔[1]

* ''الشفاء'' میں مذکور ہے:

ہمارے (فقہ مالکی کے) ائمہ کرام نے اس شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس نے اپنے قرض خواہ کو غصہ دلاتے ہوئے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُورد پڑھو، پس قرض خواہ نے کہا: جس نے بھی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُورد بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس پر رحمت نہ کرے۔

پس امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا:

کیا یہ شخص ایسا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، یا اُن فرشتوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود بھیجتے ہیں، اُنہیں گالی دی ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں، جبکہ اُس نے غصہ کی کیفیت میں ایسا کہا ہو، کیونکہ دلی طور پر اُس کا ارادہ گالی دینے کا نہیں تھا۔

* امام برقی اور امام اصبغ ابن الفرج رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

اُسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اُس نے دراصل لوگوں کو گالی دی ہے۔

یہ قول امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ہے کیونکہ انہوں نے غصہ کی حالت میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے کا عذر قبول نہیں کیا، البتہ انہوں نے جب کلام میں احتمال پایا، نیز کوئی قرینہ بھی ایسا نہیں تھا جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا فرشتوں کے گالی دیئے جانے پر دلالت کرتا اور نہ ہی پہلے سے اس گستاخی سے متعلقہ کوئی کلام جاری تھا (تو انہوں نے اسے گستاخی میں شمار نہیں کیا) کیونکہ وہاں یہ قرینہ موجود تھا کہ اس کی مراد وہ شخص ہے جس نے اسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

---

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الاول، الوجہ الرابع، 2/243

دُرود پڑھنے کا حکم دیا تھا، پس اس کے کلام اور اس کی گالی کو دُرود پڑھنے کا حکم دینے والے شخص پر ہی محمول کیا جائے گا، کیونکہ اس دوسرے شخص کے حکم دینے کی وجہ سے ہی اس نے غصہ کی حالت میں ایسا کہا ہے۔

اس معاملے میں قاضی حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کا موقف یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔[1]

* ''الھدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے:

کچھ لوگوں نے کہا: محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُرود بھیجو، پس انہیں میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ ان پر دُرود نہ بھیجے۔ تو معاصر علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فتویٰ صادر کیا کہ اگر اس کی گستاخی ثابت ہو جائے تو پھر بغیر توبہ طلب کیے ہی قتل کر دیا جائے اور اگر (مکمل گواہی کا معیار) ثابت نہ ہو سکے تو پھر اسے قید و بند کی سزا سنائی جائے۔

* ایک شخص نے کہا:

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ کسی بھی نبی سے استغاثہ کرنا اور آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا قرب چاہنا جائز نہیں ہے۔

پس شافعی، حنفی اور حنبلی علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فتویٰ صادر کیا کہ ایسے شخص کو مارتے ہوئے ادب سکھایا جائے، لیکن ایسی گفتگو کو بار بار دُہرانے والے کے بارے میں امام ابن کتانی، امام قونوی، امام بالسی، امام مجد الدین ترکمانی حنفی، امام ابن اللبان، قاضی حنفیہ ابن حریری اور قاضی حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے تفصیل بیان کی ہے۔

---

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الاول، الوجہ الرابع، 2/235

* امام جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الرسالۃ'' کی شرح میں ذکر کیا ہے:

اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے یا غلام کو کہا: اللہ جل جلالہ کی قسم! میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، اگر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تیرے لئے سفارش کریں تو میں ان کی سفارش بھی نہیں مانوں گا تو کیا ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیا تم نے حضرت بریرۃ والی حدیث نہیں دیکھی کہ جب انہیں شوہر کے عقد میں رہتے ہوئے ہی آزاد کر دیا گیا اور مشہور روایات کے مطابق ان کے شوہر بدستور غلام ہی تھے پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے یا اس کے لئے سفارش؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بلکہ سفارش ہے، تو انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

* ''الشفاء'' میں مذکور ہے:

شیخ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسلمان شخص کے بارے میں منقول ہے جس نے کہا: محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی نہیں تھے، یا ان پر قرآن نازل نہیں ہوا اور یہ آپ کی اپنی باتیں ہیں تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

* ''الشفاء'' کی فصل ''ان باتوں کا بیان جو کفریہ ہیں'' میں مذکور ہے:

اور جس شخص نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے ساتھ ہی کسی دوسرے کی نبوت کا (خواہ) اُسی زمانے میں یا بعد میں اقرار کیا جیسا کہ عیسونیہ[1] آپ

---

[1] یہ یہودیوں کا ایک فرقہ تھا جو ابوعیسیٰ اسحاق بن یوسف اصفہانی کی طرف منسوب تھا، اس نے اپنے مشن کا آغاز بنواُمیہ کے آخری زمانے میں کیا جس کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو صرف عرب کے لئے ہی مخصوص مانتے ہیں، یا جیسا کہ خرمیہ جو رسولوں کے مسلسل آتے رہنے کے قائل ہیں، یا اکثر غالی شیعہ جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال فرما جانے کے بعد اس رسالت کے منصب میں شریک مانتے ہیں تو یہ تمام ہی کافر اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرنے والے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

''میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''۔[1]

* ''الہدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے:

ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطا ہوئی اور اس پر گواہی بھی ہے، پھر اُس نے کہا: میں نے جو یہ بات کہی ہے تو اس لئے کہ میں نے ''قطب'' کے کلام میں مسائل اجتہادی کے تحت ان الفاظ کو موجود پایا ہے۔

پس اس کا جواب یہ ہے:

ہمارے لئے جائز نہیں کہ ایسے الفاظ کو ہم مطلق استعمال میں لائیں کہ اللہ

(سابقہ حاشیہ) وجہ سے بہت سے لوگ یہودی ہوگئے، تفصیل کے لئے ''الملل والنحل'' 1 / 257 ملاحظہ کریں۔

[1] یعنی نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہو کر مکمل بلکہ اکمل ترین ہو گیا، اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی ہی نہیں رہی، یہ جو قادیانی گروہ نے گمراہ کرنے کے لئے ظلی، بروزی، عکسی، طفیلی کے چکر چلائیں ہوئے ہیں، یہ سب کے سب من گھڑت اور بے بنیاد ہیں، جتنے بھی انبیائے کرام نے تشریف لانا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تشریف لا چکے، اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا، اس بارے میں ہمارے علمائے اسلام نے قادیانیوں کی خوب سرکوبی کی ہے، خاص طور پر سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور سیّدنا امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

تعالیٰ نے بھی (اپنے محبوب کا اکرام فرماتے ہوئے) انہیں مطلق ذکر نہیں فرمایا اور بالفرض اگر وہ اپنے حق کے مطابق ذکر بھی فرما دیتا تو پاک ہے وہ ذات جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بزرگی، کرامت اور عظمت سے نوازا ہے (تو اُسے حق ہے کہ جیسے چاہے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کلام فرمائے لیکن کسی بندہ کو بطور توہین یا طنز ایسے کلمات کہنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے) لہٰذا بندہ کو ایسے کلمات کہنے کی بنا پر سزا دی جائے گی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی مباح کام کے ذریعے سے تکلیف دینے کی بھی کسی کو اجازت نہیں ہے پس اہل علم حضرات نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان کے بارے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات مبارکہ کی روشنی میں ذکر کیا ہے کہ جب سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرلیں (تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کلام فرمایا) تو اس واقعہ میں ہر لحاظ سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینے کا حرام ہونا مترشح ہوتا ہے، اگرچہ شرعی طور پر ہر مرد کے لئے یہ فعل مباح تھا لیکن یہاں معاملہ بدل گیا۔

* شیخ ابن زرقون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مباح یا کسی دوسرے کام سے تکلیف پہنچائے اور دلیل کے طور پر انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا: ''میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ شئی کو حرام قرار نہیں دیتا''۔

لیکن جہاں تک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دیگر لوگوں کی بات ہے تو اگر کسی مباح کام کے نتیجے میں کسی دوسرے شخص کو کوئی تکلیف پہنچتی بھی ہے تو اس کا وہ کام کرنا جائز ہے اور اسے اُس فعل کے کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا، چاہے

دوسرے کو کوئی اذیت پہنچے تب بھی یہ مباح کام کرنے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔[1]

* امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تعجب کے وقت دُرود بھیجتا ہے تو کیا ایسا کرنا مکروہ ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! ایسا کرنا مکروہ ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو نیک مقامات میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے دُرود بھیجنا چاہیے۔

شیخ ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بات بالکل واضح ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

* امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیا جس نے کہا: ''مدینہ کی مٹی اچھی نہیں ہے''۔

کہ ایسا کہنے والے کو تیس کوڑے مارے جائیں اور قید کر دیا جائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

میرا دل چاہتا ہے کہ اس کی گردن ماردوں، یہ تو وہ مٹی ہے جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دفن کیے گئے ہیں اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مٹی اچھی نہیں ہے۔

یہاں تک کتاب ''الھدایۃ والاعلام'' کا کلام مکمل ہوا۔



---

[1] ایسے مباح کام جن سے دوسروں کو تکلیف پہنچے تو اس میں تفصیلی کلام ہے، لہٰذا جس مقام پر جیسا معاملہ ہوگا وہاں حکم بھی اسی کی مناسبت سے ہوگا۔

دوسری قسم

کافروں کی طرف سے جو کلمات توہین شمار ہوتے ہیں

* قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں، اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ذکر کیا ہے:

بہر حال ذمی کافر جب صراحت کے ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے، یا تعریض کرے، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبے کے بارے میں تحقیر کرے، یا کسی ایسی صفت کا ذکر کرے جو پہلے سے ہی اُس کے خود کافر ہونے کی وجہ کے علاوہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنے میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں، لیکن اگر اُس ذمی کافر نے کسی ایسی صفت کا ذکر کیا جس کی وجہ سے وہ پہلے ہی سے کافر شمار ہوتا تھا (مثلاً میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو نہیں مانتا، یہ ایسی کفریہ بات کی جس کی وجہ سے وہ پہلے ہی سے کافر تھا، اب دوبارہ کہہ کر اس نے گویا اظہار کا تکرار کیا ہے) تو ایسی صورت میں اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔[1]

* عیسیٰ نے امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہما سے ذمی کافر کے بارے میں نقل کیا:

اگر ذمی کافر نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری طرف رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا، بلکہ انہیں تمہارا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہمارے نبی تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام

---

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثانی، الفصل الرابع، 2/262

ہیں، یا اسی طرح کی کوئی بات کہی تو اس سے کوئی باز پُرس نہیں ہوگی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نازل کردہ احکام میں انہیں یوں ہی رہنے دیئے جانے کا حکم ہے، لیکن اگر انہوں نے گالی دی، مثلاً کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہی نہیں تھے، یا رسول نہیں تھے، یا اُن پر قرآن نازل نہیں ہوا تھا، یہ تو ان کی اپنی باتیں ہیں، یا اسی طرح کی کوئی گستاخی کی تو اسے قتل کیا جائے گا۔[1]

پھر اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ذمی کافر کے اعتقادات اور مذہبی تصورات اور اس کے دیگر معاملات میں فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا یا نہیں؟

اس بارے میں صحیح ومختار قول یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں، یہی جمہور علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا موقف ہے، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کرنے والے اکثر ذمی کافروں کی گستاخیاں ان کے اعتقادات کے مطابق ہی ہوتی ہیں، مثلاً جادوگر، کاہن وغیرہ کہنا اور ان میں سے کسی ایک سے بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب کے بارے میں کوئی فحش یا عیب والی بات صادر نہیں ہوئی اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس بارے میں عقیدہ رکھتا ہے۔

پس جنہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کی اور ان کے قتل کو مباح قرار دیا گیا تو ان تمام ہی کا تعلق ہماری گفتگو میں پہلی قسم سے ہے، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی گالی دینا جس سے حدّ قذف متعلق ہو تو وہ قتل ہی کو واجب کرتی ہے کیونکہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر طعن کے ذرائع میں سے ہے، لہٰذا جب ذرائع پر طعن کرنا ذمی کے عہد کو ختم کر دیتا ہے تو پھر براہِ راست ذات پر طعن کرنا تو بدرجہ اولیٰ اس کے عہد کو توڑنے والا ہوگا۔

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الاول، ص235

اور اگر انہیں ان کے اعتقادات کے مطابق گالی دینے کی صورت میں قتل نہ کیا جائے تو پھر انہیں گستاخیوں پر قتل کرنا کبھی ممکن ہی نہ رہے گا، کیونکہ وہ اپنی جانب سے کی جانے والی ہر گستاخی کے بارے میں یہ دعویٰ کردیں گے کہ یہ بات تو ان کے مذہبی معتقدات کے مطابق ہے وغیرہ۔

البتہ اس باب میں جسے گالی شمار کیا جاتا ہے، اس کا اعتبار عرف پر ہوگا، پس جن کلمات کو شریعت اور فقہ میں حدّ کے زمرے میں شمار نہیں کیا گیا، انہیں عرف وعادت کے مطابق دیکھا جائے گا، پس اگر تو لوگوں کا عرف اسے گالی شمار کرتا ہے تو وہ بات گستاخی کہلائے گی اور اگر عرف میں وہ کلمہ گالی وگستاخی شمار نہیں ہوتا تو پھر عندالشرع بھی اسے گالی نہیں کہا جائے گا۔

اور یہاں جزئیات کا ذکر ضروری ہے تاکہ فقیہ اسے دیکھے اور ان پر غور وخوض کرکے قاعدہ کلیہ مستنبط کرے جس کہ مطابق اُسے حکم لگانا ہے۔

* امام احمد (زہری) رحمۃ اللہ علیہ سے ایک یہودی کے بارے میں سوال کیا گیا: کہ یہودی ایک مؤذن کے پاس سے اذان دینے کے وقت گزرا تو اس نے مؤذن سے کہا: تو نے جھوٹ کہا۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ گستاخی ہے اور جمہور مالکی علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی موقف ہے کہ اُسے قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ گالی برابر ہے، چاہے اس کے دینے والے نے حلال جان کردی ہو یا حرام جان کر۔

* امام ابو مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نصرانی کے بارے میں فرمایا، جس نے کہا تھا:

قسم ہے اس ذات کی! جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت دی۔

پس اس کے بارے میں مختلف آراء میرے سامنے آئیں، پھر میں نے اس کو اتنا مارا کہ وہ مرگیا، یا ایک رات تک زندہ رہ کر مرگیا تو میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسے پاؤں سے کھینچ کر گندگی کی جگہ ڈال دے، پھر اسے کتوں نے کھالیا۔

* امام ابومصعب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نصرانی کے بارے میں سوال ہوا:

نصرانی نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا کیا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے قتل کردیا جائے۔

* امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب کوئی نصرانی کہے: ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے، جبکہ تمہارا دین تو گدھوں کا دین ہے، یا اسی طرح کی کوئی گستاخانہ بات کہے، یا جب مؤذن کو ''اشھد انّ محمدًا رسول اللہ'' کہتے سنے تو کہے: تم لوگوں کو اللہ نے ایسا ہی دیا ہے۔

پس ان صورتوں میں اسے سختی کے ساتھ ادب سکھاتے ہوئے تکلیف والی سزا دی جائے اور طویل قید میں رکھا جائے۔

* شیخ ابن کنانہ رحمۃ اللہ علیہ سے ''مبسوط'' میں منقول ہے:

یہود اور نصاریٰ میں سے جو کوئی بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے تو امام کو اختیار ہے کہ اُسے آگ میں جلا دے اور اگر چاہے تو پہلے قتل کرے پھر اس کی لاش کو آگ میں جلائے، نیز اگر وہ گالی دینے میں بے باک ہوا تھا تو اسے زندہ ہی جلا ڈالے۔[1]

---

[1] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الاول، ص235 تا 429 ملخصاً

یہاں تک امام قاضی عیاض اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہما کا کلام ختم ہوا۔

گستاخی کی اقسام

* امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ذکر کیا ہے:

گستاخی کی دو قسمیں ہیں:

(1) بددعا

(2) خبر

پہلی قسم

یعنی بددعا مثلاً لعنت، ذلت، بُرائی، رحمت ورضوان سے دوری، منقطع النسل، صلوٰۃ وتسلیم اور مرتبہ کے بلند نہ ہونے کی بددعا کرنا، یہ تمام ہی بددعائی کلمات گستاخی اور گالی میں شمار ہوتے ہیں، چاہے یہ کسی مسلمان سے صادر ہوں یا کافر سے۔ نیز مسلمان کے بارے میں ایسے کلمات کہنے کی صورت میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس نے پوشیدہ کہا تھا لیکن اس پر گواہی مل گئی، یا اعلانیہ کہا تھا (یعنی دونوں صورتوں میں اس کا حکم برابر ہوگا)۔ البتہ اگر کسی کافر نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ظاہری طور پر دعا کی، لیکن پوشیدہ طور پر اس سے بددعا مراد لی، مثلاً ''اَلسَّامُ عَلَیۡکُمۡ'' (تمہیں موت آئے یا تم پر مصیبت نازل ہو) کو ''اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ'' (تم پر سلامتی نازل ہو) کی جگہ کہا، تو اس بارے میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: یہ گالی ہے جس کی وجہ سے اُسے قتل کیا جائے گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہودیوں سے اس معاملے میں درگزر سے کام لیا تھا وہ اسلام کا نازک دور تھا یا پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی

اُسے معاف کر دیا تھا۔

جبکہ بعض نے کہا: یہ توہین ایسی نہ تھی کہ اس سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا، کیونکہ یہ اعلانیہ گستاخی نہیں تھی، البتہ بعض سننے والوں نے اس کے مقصد کو بھانپ لیا تھا۔

دوسری قسم

خبر جیسا کہ بُرا نام رکھنا، یا تحقیر اور استہزاء کے طور پر ذکر کرنا، لکنت کا عیب لگانا، یا کہنا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ و عذاب میں مبتلا ہیں، یا طعن کے طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرنا، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جادوگر، دھوکے باز اور حیلہ گر کہنا، یا کہنا کہ یہ جو کچھ بھی لائے ہیں، وہ سارے کا سارا جھوٹ اور باطل ہے، یا اسی طرح کی کوئی گستاخانہ بات کہنا، پس اگر ایسی باتیں اشعار میں کہی جائیں تو زیادہ قبیح شمار ہوں گی، کیونکہ شعر یاد ہو جاتا ہے اور بار بار پڑھا جاتا ہے نیز اس کا دلوں میں اثر (نثری کلام کی نسبت) زیادہ ہوتا ہے اور (اگر کوئی بد بخت) ایسے توہین آمیز گستاخانہ اشعار لوگوں کے سامنے پڑھے تو پھر معاملہ نہایت سنگین تر ہے۔

اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم بغیر کسی طعن و تشنیع کے صرف اپنے عقیدہ کو ہی ظاہر کرے مثلاً یوں کہے: میں ان کا پیروکار نہیں ہوں، یا کہے: میں ان کی تصدیق نہیں کرتا، یا کہے: میں ان سے محبت نہیں کرتا، یا کہے: میں ان کے دین سے راضی نہیں ہوں تو یہ صرف اُس کے کفریہ عقیدے کا بیان ہے، اس میں طعن و تشنیع نہیں ہے، کیونکہ تصدیق نہ کرنا اور محبت کا نہ ہونا یہ جہالت، دشمنی اور حسد کی بنا پر ہوتا ہے۔

لیکن اگر کسی کافر نے یوں کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول یا نبی نہیں، یا ان پر کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تو یہ ایسی تکذیب ہے جس کے ضمن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا کہا گیا ہے کیونکہ وہ غیر مسلم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے اللہ جل جلالہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونے کا فرمایا ہے۔ پس علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے، اسی لئے انہوں نے ایسی بات کو ''آپ جھوٹے ہیں'' کی طرح صریح گستاخی میں شمار نہیں کیا (کیونکہ ''آپ جھوٹے ہیں'' یہ صریح گستاخی وتوہین ہے) اور یہاں جو گستاخی کی گئی ہے وہ غیر صریح اور بالواسطہ ہے۔[1] امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔



[1] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الثانی، ص432

تیسری فصل

موضوع سے متعلق فوائد کا بیان

لیکن اگر کسی کافر نے یوں کہا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول یا نبی نہیں، یا ان پر کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تو یہ ایسی تکذیب ہے جس کے ضمن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا کہا گیا ہے کیونکہ وہ غیر مسلم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لیے اللہ جل جلالہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونے کا فرمایا ہے۔ چنانچہ علمائے کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے، اسی لیے انہوں نے اس بات کو "آپ جھوٹے ہیں" کی طرح صریح گستاخی میں شمار نہیں کیا (کیونکہ "آپ جھوٹے ہیں" یہ صریح گستاخی ہے) جبکہ یہاں جو گستاخی کی گئی ہے وہ غیر صریح اور بالواسطہ ہے۔[1] امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

[illegible]

[1] الصارم المسلول، الباب الثالث، الفصل الثانی، ص432

فائدہ (1)

* امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح وقایہ'' پر اپنے حاشیہ میں بہت سے گستاخی کے کلمات شمار کرنے کے بعد فرمایا:

پہلی وجہ

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قصداً گالی دی جائے، یا جان بوجھ کر تحقیر کی جائے، یا قصداً کوئی عیب لگا یا جائے تو ایسی صورت میں گستاخی کا ہونا ظاہر ہے اور ایسے شخص کے قتل کے واجب ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں۔

دوسری وجہ

بیان اور وضاحت کے پیش نظر اسی (پہلی وجہ ہی) کے مطابق ہے اور وہ یہ کہ کہنے والے نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی بغیر کسی قصد اور ارادے کے کی ہو اور وہ کہنے والا اس گالی کے بارے میں عقیدہ بھی نہ رکھتا ہو، لیکن اس نے ایسی بات کہہ دی جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شایانِ شان نہیں تھی، بلکہ وہ گالی یا تکذیب شمار ہوتی تھی، یا کسی ایسی بات کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب منسوب کر دیا جو منصب نبوت کے لحاظ سے تحقیر شمار ہوتی تھی، مثلاً کبیرہ گناہوں کا ارتکاب، یا تبلیغ رسالت میں کوتاہی کرنا، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرافت نسبی، یا کمال علم کی فراوانی، یا زہد وتقویٰ کے بارے میں زبان درازی کی، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ مشہور باتوں کو جھٹلایا، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کسی بیوقوفی یا بُرائی کی بات کو منسوب کیا، تو اگرچہ اس کہنے والے کے حال پر کوئی دلیل قائم بھی ہو جائے کہ اس کا گستاخی کرنے اور گالی دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، یہ بات اس نے جہالت،

پریشانی، حالت نشہ، حافظہ میں فتور، سبقت لسانی، گفتگو کی بے ترتیبی، یا عجلت کلامی کی بنا پر کہی تھی، تب بھی ان تمام صورتوں کا حکم وہی ہوگا جو پہلی وجہ کا تھا، یعنی اُسے بغیر کسی توقف کے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ کفر کے باب میں جہالت عذر شمار نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی سبقت لسانی وغیرہ کا دعویٰ کوئی معنی رکھتا ہے، جبکہ اس کی عقل صحیح ہو، البتہ اگر کسی کو ان صورتوں میں ایسے کلمات کہنے کے لئے مجبور کیا گیا لیکن اس کا اپنا دل ایمان پر قائم تھا (تو پھر یہ حکم نہیں ہوگا)۔[1]

* امام ابوالحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیا جس نے نشہ کی حالت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی تھی:

کہ اُسے قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ اُس گستاخی کا معتقد تھا اور اس شخص کے بارے میں گمان یہ تھا کہ وہ ہوش کی حالت میں بھی ایسی ہی گستاخی کرتا، نیز یہ ایک حدّ ہے جو نشہ کی بنیاد پر ساقط نہیں ہوسکتی، جیسا کہ قذف، قتل اور دیگر حدود کا معاملہ ہے (کہ یہ تمام بھی نشہ کی بنیاد پر ساقط نہیں ہوتیں ہیں) کیونکہ انسان نے ایسی حالت کو خود اپنے پر طاری کیا ہے کہ جو شراب پیتا ہے، اُسے معلوم ہے کہ وہ بہک جائے گا اور بیہودہ کام کرے گا پس نشہ کرنے والا گویا جان بوجھ کے کرنے والے ہی کی طرح ہے، کیونکہ یہ نشہ اس کے اپنے ہاتھوں ہوا ہے۔

یہاں تک امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا نیز یہ تمام ہی امام قاضی عیاض کی ''الشفاء'' میں بھی مذکور ہے۔[2]

---

[1] ذخیرۃ العقبیٰ: کتاب الجہاد، 2/321

[2] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الاول، فصل الوجہ الثالث، 2/231

فائدہ (2)

* امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح وقایہ'' پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے:

پھر یہ تمام صورتیں جو ماقبل بیان ہوئیں ہیں ان کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے جو خود سے ایسی گستاخی بکنے والا تھا، البتہ اگر تو حکایت کرنے والا ایسا شخص ہے جس سے لوگ حصول علم کرتے ہیں، یا روایت حدیث لیتے ہیں، یا اس کے حکم و گواہی پر احکام نافذ ہوتے ہیں، یا یہ عوام الناس کو نصیحت کرنا، یا بچوں کو ادب سکھانا تھا اور اس نے انہیں (مسلمانوں کو آگاہی دینے اور سمجھانے کے لئے) نیکی کے طور پر نقل کیا (تاکہ لوگ ایسی گستاخیوں سے اجتناب کریں) تو علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم پر واجب ہے کہ وہ ایسی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے اس کے کفریہ اور بیہودہ ہونے کی وجہ کو بھی بیان کردیں تاکہ مسلمانوں اس کے نقصان سے بچے رہیں۔

* ''الہدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے:

جب کہنے والا اسے کسی دوسرے سے بطور حکایت ذکر کرے اور دیگر لوگ اس نقل کرنے والے سے آگے حکایت کریں تو ایسی صورت میں حکایت شدہ کلام اور اس کے قرائن گفتگو کو دیکھا جائے گا، پس ان اُمور کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا حکم بھی چار اقسام پر مشتمل ہوگا: واجب، مستحب، مکروہ، حرام، لہٰذا اگر کسی نے کہنے والے کے کلام کو بطور گواہی، یا قائل کے جتانے، یا اس کا انکار کرنے، یا اس کے قول کی اطلاع دینے، یا اسے ناپسند کرنے، یا اسے ردّ کرنے کے لئے نقل کیا تو ایسی صورتوں میں آگے نقل کرنے والا یہ شخص قابل تحسین ہے (کیونکہ یہ اس پہلے کی گستاخی کو بیان کرکے ردّ کررہا ہے)۔

اسی طرح اگر کسی نے ایسے گستاخانہ کلمات کو ردّ کرنے، یا اس کے کہنے والے پر تنقید کرنے، یا اس حکم کا فتویٰ دینے کے لئے ذکر کیا جس کا وہ مستحق ہے، نیز کسی کتاب یا مجلس میں بطور حکایت نقل کیا (تو ایسی صورت میں بھی آگے نقل کرنے والا یہ شخص قابل تحسین ہے کیونکہ یہ اس پہلے شخص کی گستاخی کو بیان کر کے ردّ کر رہا ہے)۔

اور حکایت کرنے والے شخص اور حکایت کیے جانے والے قول کو حالات کے پیش نظر پسندیدگی کا درجہ دیا جاتا ہے، پس اگر تو حکایت کرنے والا ایسا شخص ہے جس سے لوگ حصول علم کرتے ہیں، یا روایت حدیث لیتے ہیں، یا اس کے حکم و گواہی پر احکام نافذ ہوتے ہیں، یا یہ لوگوں کے حقوق کے بارے میں فتویٰ دیا کرتا ہے تو اب سننے والے پر لازم ہے کہ اُس سے جو بات سنے اُسے پھیلائے لیکن ساتھ ہی اس مقولہ سے (جس طرح اس قاضی نے نفرت دلائی تھی یہ بھی) لوگوں کو نفرت دلائے اور اس کے کہنے پر گواہی دے اور مسلمانوں میں سے جسے ایسی بات کی خبر پہنچے تو اس پر بھی واجب ہے کہ وہ اس کا انکار کرتے ہوئے اس کے کفریہ اور قبیح ہونے کو واضح طور پر بیان کرے تاکہ مسلمانوں سے اس کا نقصان دور ہو اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کا قیام ہو۔

اور اسی طرح یہ بات اُن لوگ پر بھی لازم ہے جو عوام الناس میں خطاب کرتے ہیں، یا بچوں کو تعلیم دیتے ہیں کیونکہ جو ایسی روش پر چل نکلتا ہے، اس کے بارے میں یہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ انہیں لوگوں کے دلوں میں نہیں ڈالے گا، لہٰذا ایسے لوگوں کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق اور شریعت مقدسہ کے حقوق کی پاسداری کی لازمی تاکید کی جائے اور اگرچہ کہنے والا خود ایسوں میں سے

نہیں ہے، تب بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق کے لئے کھڑا ہو جانا واجب ہے، کیونکہ آپ کی تکلیف میں خواہ وہ آپ کی حیات ظاہری میں ہو یا باطنی، ہر ایمان والے پر لازمی حق ہے کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت و نصرت کرے۔

البتہ اگر ایسے میں کوئی شخص حق کی بنیاد پر کھڑا ہو جائے اور اس کے سبب معاملہ واضح اور حقیقت حال منکشف ہو جائے تو اب باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے نیز صرف گواہیوں کی کثرت اور ڈرانے کا استحباب باقی رہ جاتا ہے۔[1]

علمائے متقدمین کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ جس پر حدیث بیان کرنے کے بارے میں تہمت لگ چکی ہو، اس کا حال واضح کرنا ضروری ہے پس پھر اس (گستاخی کے) معاملہ میں حال کا ظاہر کرنا کس قدر ضروری ہوگا؟

اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اُن جھوٹی تہمت لگانے والوں کی باتوں کی حکایات کو ردّ کرنے، اُن کے کفر سے ڈرانے اور عذاب کی بشارت سنانے کے لئے بیان کیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسولوں پر افتراء و بہتان باندھا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتاب مجید میں اسے ہم پر

---

[1] جب حکومت وقت اپنے فرائض منصبی سے غافل ہو جائے یا کہیں حکومت اسلامی ہی موجود نہ ہو تو ایسے میں سیّدی غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور عاشق رسول عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ کھڑے ہو کر اُمت کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق پورا کرنے کی مثالیں قائم کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسے باہمت عاشقوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے زمرے میں شامل فرمائے، نیز اُمت کو ایسے عظیم سپوتوں سے ہمیشہ تقویت اور رونق بخشے۔ آمین

تلاوت فرمایا، نیز اسی طرح کی جو مثالیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث صحیحہ میں مذکور ہوئیں، ہدایت والے علمائے متقدمین اور متاخرین کا ملحدین کے کفریہ کلام کو اپنی کتابوں میں ردّ کرنے کے لئے نقل کرنے پر اتفاق ہو چکا ہے تاکہ اُسے بیان کر کے اس سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو توڑا جا سکے۔ پس اگر ایسے مقولہ جات کی آگے حکایات کرنے والے کے بارے میں تہمت موجود ہو کہ وہ اس میں تمیز باقی نہیں رکھتا، یا کسی دوسرے کی جانب منسوب کر دیتا ہے، یا وہ اس درجے کے امتیاز کا عادی نہیں ہے، یا اس کے نزدیک اس مقولے کی قباحت اتنی سنگین نہیں ہے، یا اسی طرح کی باتیں پسند کرتا، یا تحقیر کرتا، یا ایسی باتوں کا دفاع، یا مطالبہ کرتا ہے، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین پر مبنی اشعار کی روایت کرتا ہے تو ایسے کا حکم بھی دراصل گالی دینے والے ہی کی طرح ہے، اسے ان گستاخیوں کی بنیاد پر پکڑا جائے گا اور دوسرے کی طرف نسبت دینے کے عذر کو قبول نہیں کیا جائے گا اور جلد از جلد اُسے قتل کر کے جہنم کی وادی ہاویہ کی جانب بھیج دیا جائے گا۔

* امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین پر مبنی آدھا شعر بھی یاد کیا تو اس نے کفر کیا۔

* بعض علمائے متقدمین رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا ہے:

اس بات پر مسلمانوں کے ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین پر مبنی کسی روایت کا ذکر کرنا حرام ہے، نیز کسی ایسی کتاب یا عبارت کو جس میں آپ کی توہین درج ہو، اس کا پڑھنا بھی حرام ہے اور اس گستاخی کو کتاب سے

مٹانا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمارے دین متین کے مسائل کو لکھنے والے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم پر رحمت فرمائے کہ انہوں نے ''مَغَازِی'' اور ''سِیَر'' کے باب میں وارد اُن احادیث کو بھی قابل قبول نہیں گردانا جو کسی بھی طور پر ہمارے اس موضوع سے متعلق تھیں (یعنی جن مروی احادیث وآثار سے مقام نبوت وغیرہ پر ظاہراً کوئی حرف آتا تھا تو علمائے کرام نے ایسی احادیث کو ترک کردیا کیونکہ ایسی احادیث کا ثبوت حتمی نہیں، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت ومرتبت کا ثبوت قطعی ویقینی اور سینکڑوں آیات قرآنی سے واضح طور پر ثابت ہے)۔ انتہیٰ

بہرحال جب کوئی ایسا کلام کرے جو احتمال والا ہو، یا ایسے مشکل الفاظ ہوں جنہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کے علاوہ پر محمول کرنا ممکن ہو، یا ان کلمات کی مراد کو ناپسند وبُرائی کے بارے میں منطبق کرنے کے بارے میں تردّد ہو، تو ایسے کلمات کے حکم کے بارے میں مجتہدین اور علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا بھی اختلاف رہا ہے تاکہ جو مرے تو دلیل پر مرے اور جو زندہ رہے وہ دلیل پر زندہ رہے، پس جن پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت اور آپ کی شان کی محافظت زیادہ غالب آئی، انہوں نے قتل پر ہی اصرار کیا اور جنہوں نے خون بہانے کی سنگینی اور حدّ کے باب میں شبہات کے وارد ہونے کی وجہ سے سقوط حدّ کو ملحوظ رکھا، کیونکہ قول میں احتمال موجود تھا تو انہوں نے قتل کا حکم نہیں دیا۔[1] اسی طرح

---

[1] اس طرح علمائے کرام کے دونوں ہی گروہ اس باب میں حق پر ہوئے کہ انہوں نے شریعت کے مطابق فیصلہ کیا کہ اُصول شریعت، ذاتی نظریات سے بالاتر ہوتا ہے، اس میں پسند وناپسند کو دخل نہیں، لہٰذا جن علمائے کرام نے شبہ کی بنیاد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''الہدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے۔

* ''فتاوی تاتارخانیۃ'' میں ''فتاوی یتیمیۃ'' سے نقل کیا گیا ہے:

اُصول یہ ہے کہ احتمال والے لفظ کے سبب کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا، کیونکہ سزاؤں کے باب میں کفر آخری درجہ کی سزا ہے اور یہ سزا ثبوت کے لئے نہایت بڑے جرم کا تقاضہ کرتی ہے اور جبکہ احتمال کی وجہ سے نہایت درجے کا ثبوت ہی نہیں ہوسکتا۔[1]

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں فرمایا:

ہم نے ماقبل گستاخ کے قتل کرنے اور اس کی توبہ قبول نہ کئے جانے کا بیان کیا، تو یہ حکم ایسے کے لئے ہے جس پر یہ باتیں ثابت ہوجائیں، چاہے وہ اس کے اقرار کرلینے سے ہو، یا گواہوں کی ایسی گواہی دینے کی وجہ سے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

لیکن اگر گستاخی پر گواہی اپنے معیار پر مکمل نہ ہوسکی، مثلاً صرف ایک ہی

(حاشیہ صفحہ سابقہ) پر قتل کا حکم ساقط کیا تو ان کے دلوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت بلاشبہ بہت زیادہ تھی لیکن انہوں نے اُصول شرع کو مقدم رکھتے ہوئے فیصلہ صادر کیا اور سقوط قتل کا حکم دیا، جبکہ قتل ہی کو روا رکھنے والے علمائے کرام نے اپنے حکم میں سختی کو برتا اور رعایت کے پہلو کو نظر انداز کیا، البتہ دونوں ہی اپنے اپنے فیصلوں میں حق پر رہے۔ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں دوشقوں میں محبت کو تقسیم کرنا ہماری ناقص فہم سے بالاتر ہے، البتہ جو محمل ہم سمجھ سکے اُسے بیان کردیا تاکہ کوئی کم عقل اسے دلیل بناکر دیگر علمائے کرام پر زبان درازی کی جرات نہ کرے۔ واللہ اعلم

[1] فتاوی تاتارخانیہ: کتاب السیر، باب احکام المرتدین، الفصل الاول، 7/282

شخص نے گواہی دی، یا غیر معتبر لوگوں نے گواہی دی، یا اس کی بات سے گستاخی مترشح تو ہوتی ہے لیکن صریح طور پر نہیں بلکہ احتمال کے ساتھ، پس ایسی صورت میں اگر اس نے توبہ کرلی اور وہ اس کے قول کے مطابق ہونے کی وجہ سے قبول بھی کرلی گئی تو اس سے قتل ساقط ہوجائے گا اور اب اس پر حاکم کا اجتہادی فیصلہ نافذ ہوگا جو اس کے حال معروف، گواہان کی قوی اور کمزور شہادت، اس کی قلت وکثرت سماع کا حال، دین کے بارے میں اس پر تہمت اور بیوقوف ومسخرہ پن ہونے کی حالت وغیرہ کے تناظر میں حاکم کی جانب سے کیا جائے گا۔

لہٰذا جس کا معاملہ ایسے اُمور میں زیادہ خطرناک ہو اُسے سزا بھی سخت دی جائے، قید خانے میں زنجیروں سے جکڑ کر سختی برتی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی ہمت جواب دے بیٹھے، البتہ اسے بقدر ضرورت کھڑا ہونے اور نماز میں قیام کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ یہی حکم ہر اُس شخص کے لئے ہے جس کا قتل واجب ہو چکا لیکن کسی دوسرے سبب سے اس کا قتل قدرے التواء کا شکار ہو، بایں معنی کہ قتل واجب تو ہوا ہو لیکن کسی مشکل کے سبب سوچ و بچار جاری ہو، یا معاملہ دشوار ہوجائے تو قید خانے میں سختی کا معاملہ بھی ان اُمور کے بدلنے سے بدلتا رہے گا۔



چوتھی فصل

انبیائے کرام، فرشتوں علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد مبارکہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی دینے والے کا حکم

ہم یہاں ان تمام کے بارے میں مختصر احکام ہی بیان کریں گے

پس اگر کسی نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دی تو اس کا حکم ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والے کی طرح ہی ہوگا۔

* امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاشباہ والنظائر'' میں، امام چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح وقایہ'' پر اپنے حاشیہ میں نیز ''الدرر شرح الغرر'' کے حاشیہ ''نتائج النظر'' وغیرہ میں اس بات کی صراحت بیان کی ہے۔

* اس بارے میں ''الاشباہ'' کی عبارت یوں ہے:

جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کر لے، اس کی توبہ کو دنیا اور آخرت دونوں ہی میں قبول کیا جائے گا، سوائے ایسے کافروں کے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شیخین رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوئے ہوں۔

* ''الهدایة والاعلام'' میں نقل کیا گیا ہے کہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں فرمایا:

جو بھی اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام یا فرشتوں میں سے کسی کو گالی دے، یا ان کی تحقیر کرے، یا انہوں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لایا اُس کا انکار کرے، یا ان کی اپنی ذات کا ہی انکار کرے اور ان کے بارے میں بغض رکھے تو ایسوں کا حکم وہی ہے جسے ہم نے ماقبل اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخوں کے بارے میں بیان کر دیا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ'' (النساء:150)

ترجمہ: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں۔

"قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى وَمَآ اُوۡتِىَ النَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ‌ۖ"۔

(البقرہ:136)

ترجمہ: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اُتارا گیا ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کیے گئے موسیٰ وعیسیٰ کو اور جو عطا کیے گئے باقی انبیاء (کو) اپنے ربّ کے پاس سے، ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔

* امام ابن حبیب اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی کتب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، نیز امام ابن القاسم، امام ابن الماجشون، امام ابن عبد الحکیم، امام اصبغ اور امام سحنون رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:

جو شخص انبیائے کرام یا اُن میں سے کسی ایک کو بھی گالی دے، یا اُن کی تحقیر کرے تو اُسے بغیر توبہ طلب کیے ہی قتل کر دیا جائے گا۔

* امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے فرمایا:

جس نے انبیائے کرام میں سے کسی ایک کو بھی جھٹلایا، یا ان میں سے کسی ایک کی بھی تحقیر کی، یا ان کے بارے میں کوئی توہین کی تو ایسا کرنے والا مرتد ہو گا۔

یہ سب باتیں جیسا کہ ہم نے تفصیل بیان کی، (مطلقاً) تمام ہی فرشتوں، نبیوں، یا ایسے فرشتے یا نبی جن کا ثبوت قرآن یا خبر متواتر، یا اجماعی طور پر سب کے یہاں مشہور و متفق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اُن کے بارے میں ہے۔

لیکن ایسے فرشتے یا نبی جن کی تعیین کا ثبوت کسی حدیث یا اجماع وغیرہ سے نہ ہوا ہو جیسا کہ نبیوں میں لقمان، خضر اور دیگر، ذوالقرنین، مریم، آسیہ، خالد بن سنان، تو ان کے بارے میں مجوسیوں اور مؤرخین نے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ اہل فارس اور زرادشت[1] کے نبی تھے، پس انہیں گالی دینے والے کا وہ حکم نہیں ہوگا، اور نہ ہی وہ کافر ہوگا جیسا کہ دیگر انبیائے کرام کو گالی دینے والے کا حکم ہم نے ماقبل بیان کیا ہے، کیونکہ ان کی حرمت کا وہ مقام نہیں ہے (جو دیگر انبیائے کرام کا ہے) البتہ ان کے بارے میں توہین وتحقیر سے کام لینے والے کو جھڑکا جائے گا اور ان حضرات کے مشہور حال کے مطابق اس بکنے والے کو سزا بھی دی جائے گی، خاص طور پر ان حضرات کے لئے تو ضرور تادیب کی جائے گی جن کی سچائی اور فضیلت زیادہ واضح ہو اگرچہ ان کی نبوت ثابت نہیں۔[2] پس اگر کوئی ان حضرات میں سے کسی کی نبوت کا انکار کرتا ہے، یا کسی فرشتے کو

---

[1] اس کا نام زرادشت ابن یورشب ہے، یہ ایک مجوسی حکیم تھا جو سیّدنا موسیٰ کے زمانے میں ایران میں پیدا ہوا، بہت سے شعبدے اس کی جانب منسوب تھے۔ مروج الذہب، 174/1

[2] مثلاً حضرت سیّدنا خضر علیہ السلام، کیونکہ ان کی نبوت میں اختلاف موجود ہے، اسی طرح حضرت لقمان کا معاملہ ہے، خواتین میں حضرت مریم اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون ہیں، یہ تمام ہی نیک وصالح حضرات ہوئے ہیں، لہٰذا ان کی گستاخی کرنے والا اگرچہ کافر تو نہیں ہوگا، لیکن اس بدبخت کو سزا ضرور دی جائے گی، تاکہ وہ ایسے صالحین پر زبان درازی کی جرات نہ کرے۔

نہیں مانتا[1] تو اگر وہ اہل علم سے ہے تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ایسے اُمور میں اختلاف ہوا کرتا ہے، لیکن اگر وہ انکار کرنے والا عوام الناس میں سے ہے تو اُسے ان باتوں میں چھان بین کرنے سے سختی سے روکا جائے گا، اگر وہ دوبارہ ایسی حرکت کرے تو اُسے سزا دی جائے کیونکہ عوام الناس کو ایسی باتوں میں دخل دینے کی اجازت نہیں، بلکہ علمائے متقدمین نے تو اہل علم کو بھی ایسی باتوں میں دخل دینے سے منع کیا ہے جس سے عملی طور پر کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ ہو رہا ہو تو پھر عوام الناس کا اس بارے میں کیا حق ہے؟

یہاں تک ''الہدایۃ والاعلام'' کا کلام ختم ہوا۔

فرشتوں کو گالی دینا

* احناف کی کتاب ''ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر'' میں منقول ہے کہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے کسی فرشتے کو گالی دی، یا اس کی توہین کی تو اس کا قتل کرنا واجب ہے اور ہمارے مقررہ اصول ایسے ہی حکم کا تقاضہ کرتے ہیں۔[2]

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' کے ''تیسرے باب'' کے اخیر

---

[1] یہاں ان فرشتوں کا بیان مقصود ہے جن کے فرشتہ ہونے میں اختلاف ہے، مثلاً ہاروت و ماروت وغیرہ، لیکن وہ فرشتے جن کا ثبوت قرآن وحدیث کی واضح نصوص سے ہے، مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام وغیرہ تو ان کا انکار کرنے والا کافر شمار ہوگا۔ اس کی وضاحت آگے بھی آرہی ہے۔

[2] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثالث، 2/302، ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر: فن ما یتعلق بالجمیع والاحکام، ص 127

میں لکھا ہے:

کسی بھی نبی یا فرشتے کو گالی دینا بغیر کسی اختلاف کے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے کی طرح ہے۔[1]

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں فرمایا:

تمام ہی فرشتے اور انبیائے کرام، یا ایسے فرشتے اور نبی جن کے معین ہونے کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہو، یا ان کا ثبوت ہمارے سامنے خبر متواتر، یا اجماعی طور پر سب کے یہاں مشہور و متفق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے جیسا کہ جبرائیل، میکائیل، مالک علیہم السلام، جنت اور جہنم کے داروغے، زبانیہ، عرش اُٹھانے والے یا جن کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے اور جن کا ذکر فرشتوں کے زمرے میں فرمایا گیا جیسا کہ عزرائیل، اسرافیل، رضوان علیہم السلام، کراماً کاتبین، منکر ونکیر وغیرہ، کہ انہیں ماننے پر اتفاق ہو چکا ہے (تو ان تمام متذکرہ بالا فرشتوں کی توہین وتحقیر کرنے والے کا حکم وہی ہوگا جو انبیائے کرام کے گستاخوں کا ہوتا ہے)۔

البتہ (فرشتوں میں سے) جن کے متعین ہونے کی بارے میں کوئی ثبوت نہ ہو اور نہ ہی ان کے فرشتے ہونے کے بارے میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہو، جیسا کہ فرشتوں میں سے ہاروت اور ماروت[2] کا معاملہ ہے، تو ان کو گالی

---

[1] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الثانی، ص433

[2] صحیح قول یہی ہے کہ ہاروت اور ماروت انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش فرمائی، جس کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے، یہ فرشتے نہیں تھے، امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کی تحقیقات کا ماحصل یہی ہے، مزید تفصیل کے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دینے والے کا حکم بھی ویسا نہیں ہوگا جو کہ ہم نے ماقبل فرشتوں کے لئے بیان کیا ہے کیونکہ ان کی حرمت کا وہ مقام نہیں ہے (جو دیگر فرشتوں کا ہے) البتہ ان کے بارے میں توہین وتحقیر سے کام لینے والے کو جھڑکا جائے گا اور ان فرشتوں کے مشہور حال کے مطابق اس بکنے والے کو سزا بھی دی جائے گی، خاص طور پر اُن فرشتوں کے لئے تو ضرور تادیب کی جائے گی جن کی سچائی اور فضیلت زیادہ واضح ہے۔[1]

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دینا

ماقبل ''الاشباہ والنظائر'' کے حوالے سے گزرا ہے:

جس نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما یا اُن میں سے کسی ایک کو بھی گالی دی تو وہ مرتد ہے، اُسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''بحر الرائق'' میں بھی مذکور ہے۔

* ''الجوہرة النیرة'' میں ہے:

جس نے شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دی، یا ان کے بارے میں طعن و تشنیع کی تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کا قتل واجب ہوگا، پس اگر وہ رجوع کرتے ہوئے توبہ کر لے اور اسلام لے آئے تو کیا اُس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا یا نہیں؟

امام صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس شخص کی توبہ اور اسلام کو قبول نہیں کیا جائے گا، اسی کو امام ابو اللیث سمرقندی، امام ابو النصر دبوسی رحمۃ اللہ علیہما نے اختیار کیا ہے، اور یہی قول بطور فتویٰ بھی

(حاشیہ سابقہ) لئے ملاحظہ کریں۔ (کتاب: فرشتے ہی فرشتے، از مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ)

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثالث، 2/303

مختار ہے۔[1]

اور عنقریب سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمہ الزہراء نیز شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے گستاخوں کا حکم بھی بیان کیا جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں اور شیخ ابن شعبان رحمۃ اللہ علیہ نے ''الزاھی الشعبانی'' میں ذکر کیا ہے:

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دے، اُسے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک متفقہ طور پر کوڑے مارے جائیں گے۔[2]

یعنی اگر انہیں ایسی گالی دی جس سے حدّ قذف لازم ہوتی ہو تو کوڑے مارے جائیں گے، ورنہ انہیں تعزیراً سزا دی جائے گی۔

* فقہ مالکی کی کتاب ''الھدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے کہ ائمہ مالکیہ میں سے امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے کا حکم بھی شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے ہی کی طرح ہے کہ اُسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ذکر کیا ہے:

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا جس نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: انہیں گالی کیوں دی؟

---

[1] نہر الفائق: کتاب الجہاد، باب المرتدین، 3/253

[2] السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، ص420

اُس نے کہا: میں ان سے بغض رکھتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پس تو جس سے بھی بغض رکھے گا تو اُسے گالی دے گا؟ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا تو اُسے تیس (30) کوڑے مارے گئے۔ اسی طرح کسی نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو اُسے بھی کوڑے مارے گئے۔

* امام ابو یعلی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس بات پر فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حلال جانتے ہوئے گالی دی، وہ فاسق ہے، لیکن کافر نہیں ہوگا۔

* اہل کوفہ کے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے بعض نے فرمایا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گالی دینے والے کو قتل ہی کیا جائے، اور روافض (اپنے عقائد کی بنا پر) کافر ہیں۔

* امام محمد بن یوسف فریابی رحمۃ اللہ علیہ سے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا شخص کافر ہے۔

دریافت کیا گیا: ایسے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔

* جو حضرات روافض کی تکفیر کے قائل ہیں، ان میں امام احمد بن یونس اور امام ابو بکر بن ہانی رحمۃ اللہ علیہما بھی شامل ہیں، انہوں نے فرمایا:

روافض کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ یہ لوگ مرتد ہیں۔

* اسی طرح کوفہ کے ائمہ کرام میں سے امام عبد اللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والا کافر نہیں، بلکہ فاسق شمار ہوگا۔

* امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے، انہوں نے اللہ جل جلالہ کے اس فرمان سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ روافض کا مالِ فئی میں کوئی حق نہیں:

''وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۰'' (الحشر:10)

ترجمہ: اور وہ جو اُن کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ، اے ربّ ہمارے! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

* ''الہدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے:

جو شخص اجمالی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کرے، اگر تو اس کا مقصود یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے کے سارے درست راستے پر نہیں تھے تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر اس کی تحقیر کا مقصد تکلیف پہنچانا تھا تو ایسے شخص کی سخت تکلیف دہ پٹائی کی جائے اور طویل تر قید میں رکھا جائے گا اور جب تک واضح طور پر ایسی توبہ نہ کرلے جس کی سچائی اور توبہ کے آثار اس کی قید کے بعد بھی ظاہر ہونے کی اُمید نہ ہو، تب تک اُسے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ یہ جواب ابو القاسم عبد الجلیل بن ابوبکر ربعی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے۔

یہاں تک ''الہدایۃ والاعلام'' کا کلام ختم ہوا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو گالی دینا

اگر کسی نے اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اسے سزا نہیں دیں گے، بلکہ قتل ہی کریں گے جیسا کہ ''الفتاوٰی الحاوی'' نیز ''تنویر الابصار'' کے مصنف علامہ غزی رحمۃ اللہ علیہ کی ''معین المفتی'' میں ہے۔[1]

* امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سورۃ النور'' کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر بھی بُرائی کی تہمت لگائی، تو اس پر دو حدیں جاری ہوں گی۔

* شیخ مسروق رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فرمان: ''وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ'' اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔ (النور: 4) کے عموم کے پیش نظر صرف ایک ہی حدّ جاری کی جائے گی، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کا بلند مرتبہ اس بات کا تقاضہ نہیں کرتا کہ ان پر تہمت لگانے والے گستاخوں کی حدّ میں بھی اضافہ کیا جائے، کیونکہ مراتب کی بلندی حدود کے باب میں اثر انداز نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی کم مرتبہ ہونے کی صورت میں حدّ میں کوئی کمی کی جاتی ہے۔[2]

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ذکر کیا ہے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے، اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

---

[1] الحاوی القدسی: کتاب الحدود، باب حد القذف، 2/ 360

[2] تفسیر قرطبی: سورۃ النور، آیت 4، ج 12/ ص 176

شیخ ابن تیمیہ نے کہا: اسی موقف پر بہت سے علماء رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے۔[1]

* شیخ معیطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

جس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی تو اُس کا حکم بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دینے والے کا ہوتا ہے۔

ازواج مطہرات میں سے اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ۔۔ کسی کو گالی دینا

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے انہیں گالی دی تو اس کے بارے میں دو موقف ہیں:

1۔ اُسے قتل کیا جائے گا کیونکہ ازواج کے ذریعہ سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی گالی دی گئی ہے۔

2۔ انہیں گالی دینے والے کا حکم باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کی طرح ہی ہوگا، اس پر جھوٹ باندھنے والے کی حدّ جاری کی جائے گی۔

آپ (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: میرے نزدیک پسندیدہ پہلا قول ہے۔[2]

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو گالی دینا

* امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں ذکر کیا ہے:

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے کی ہی طرح ہے،

1۔ السیف المسلول: الباب الثالث، الفصل الاول، ص418

2۔ شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثالث، 2/311

کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس سے اسے تکلیف پہنچے، اُس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے''۔[1]

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ذکر کیا ہے:

امام ابو مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں میں سے کسی کو بھی گالی دی، تو اُسے دردناک اور سخت طور پر مارا جائے، نیز جب تک توبہ نہ کر لے، قید میں رکھا جائے کہ ایسی گستاخی کرنے والے نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کی تحقیر کی ہے۔

* امام جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الرسالۃ'' پر اپنی شرح میں تحریر کیا ہے:

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات یا اہل بیت میں سے کسی کو گالی دی، تو وہ ملعون ہے، ایسا شخص کے اعمال مقبول نہیں ہوں گے، اس کی بے باکی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت کے بارے میں زبان درازی کرنے کی بنا پر سزا لازم ہوگی، البتہ ایسا شخص کافر نہیں ہوگا۔

* ''الھدایۃ والاعلام'' میں مذکور ہے:

ایک سیّد، صحیح النسب کا کسی سے جھگڑا ہوا تو دوسرے شخص نے اسے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے اَجداد (باپ، دادا) میں سب سے بڑے پر لعنت فرمائے۔

تو ایسے شخص کے بارے میں مصنف کے زمانے کے فقہائے کرام اور مفتیان عظام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہو گیا، بعض نے اسے قتل کرنے کا فتویٰ دیا، جبکہ بعض نے اسے سختی کے ساتھ ادب سکھانے کا فتویٰ دیا، پھر حاکم وقت نے

[1] شفاء شریف: القسم الرابع، الباب الثالث، 2/308

تمام صورتِ حال کو ملاحظہ کرتے ہوئے پہلے سخت سزا دی اور پھر مار پیٹ کر قید میں ڈال دیا۔

* علامہ کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''سیرت'' کے اخیر میں ذکر کیا ہے:

جس نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے کسی کو کہا: اے گھٹیا نسل والے! یا کہا: تو ان کی اولاد ہی نہیں، یا کہا: میرا نسب تیرے نسب سے بہتر ہے، پس اگر تو اُس نے ایسے جملوں سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مراد نہیں لیا تھا تو اُسے سختی سے ڈانٹتے ہوئے ادب سکھایا جائے گا۔ اور اگر اس نے انہیں بھی مراد لیا تھا اور مطلق ہی گستاخی کی تھی تو اس کے سامنے مطلق میں شامل ہونے والی صورتِ حال کو بیان کیا جائے گا، اگر پھر بھی وہ اپنی بات پر اصرار ہی کرے تو وہ کافر ہو گا، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ساری انسانیت میں بہترین ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاص طور پر آپ کے جگر کا ٹکڑا ہیں، لہٰذا ایسے کہنے والے نے نا صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تحقیر کی ہے، بلکہ اپنی گھٹیا ترین ذات کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی والی محترم ترین ہستی پر ترجیح دینے کی جسارت بھی کی ہے (اسی لئے ایسا شخص کافر قرار پائے گا) اور اگر اُس نے (مطلق کی صورت میں شامل ہونے والے افراد کو دیکھ کر) اپنے قول کی تاویل کی اور انہیں مراد نہ لینے کا عذر کیا اور کہا: میرا ارادہ ان حضرات ذی وقار کے علاوہ کا تھا، تو البتہ اب اُسے قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کی تاویل قبول کر لی جائے گی، لیکن اُسے بطورِ تعزیر سخت ترین سزا دی جائے گی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا پختہ عہد لیا جائے گا۔

* آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''سیرت'' کی کتاب میں مزید فرمایا:

جس نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے کسی پر طعن کرتے ہوئے کہا:
حجاج بن یوسف نے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ختم کر ڈالا تھا اور کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا تھا اور اب تو دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں، جس کا نسب سیّدہ کی جانب صحیح ہو۔ پس ایسا کہنے والا شخص ظالم، جھوٹا اور بہت بُرا ہے، لہذا اگر وہ علمائے دین کے علاقوں میں بسنے کے باوجود بھی اسی بات پر اصرار کرے (اور علمائے کرام سے دریافت کر کے تاریخی حقائق اور اپنی غلط فہمی کو دُور نہ کرے)، تو قریب ہے کہ (یہ گستاخانہ باتیں بڑھتی چلی جائیں) اور یہ کافر ہو جائے۔

* امام کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

اگر کسی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے کسی شخص کو اس کے اَجداد (باپ، دادا) کے بارے میں کوئی بُری بات کہی، یا اس کی نسل، یا اس کی اولاد کے بارے میں بُرا کہا، حالانکہ اُسے اس بات کا بخوبی علم بھی ہے کہ یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہے، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر دیگر آبائے کرام پر دلالت کرنے والا ایسا کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو، جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس نے صرف آبائے کرام کو ہی گالی دی ہے، تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

* جس نے کہا:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ عرب پر لعنت کرے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ بنی اسرائیل پر لعنت کرے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ آدم کی اولاد پر لعنت کرے، پس اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا مقصد اُن کے تحت آنے والے انبیائے کرام کو بھی گالی دینا تھا تو کافر ہو جانے کی بنیاد پر اس کو قتل کر دیا جائے گا، لیکن اگر وہ کہے: میرا ارادہ صرف ان کے ظالم افراد ہی کا تھا تو بادشاہ اپنی صوابدید کے مطابق اسے سخت

سزا دیتے ہوئے ادب سکھائے گا۔[1]



---

[1] سیرت کازرونی: خاتمۃ الکتاب، الفصل السادس، ص 251 تا 257 ملخصاً

کسی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے لئے ایسی بات کہی ہو۔

حجاج بن یوسف نے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ختم کر ڈالا تھا اور کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا تھا اور اب تو دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں، جس کا نسب سیدہ کی جانب صحیح ہو۔ پس ایسا کہنے والا اور بہت برا ہے، لہٰذا اگر وہ علمائے دین کے علاقوں میں رہنے کے باوجود بھی اسی بات پر اصرار کرے (اور علمائے کرام سے دریافت کرکے تاریخی حقائق اور اپنی غلط فہمی کو دور نہ کرے)، تو قریب ہے کہ (یہ گستاخانہ باتیں بڑھتی چلی جائیں) اور یہ کافر ہو جائے۔

* امام کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

اگر کسی نے آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی شخص کو اس کے اجداد (باپ، دادا) کے بارے میں کوئی بری بات کہی، یا اس کی نسل، یا اس کی اولاد کے بارے میں برا کہا، حالانکہ اُسے اس بات کا بخوبی علم بھی ہے کہ یہ آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر دیگر آباء کرام پر دلالت کرنے والا ایسا کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو، جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس نے صرف آباء کرام کو ہی گالی دی ہے، تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

* جس نے کہا:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ عرب پر لعنت کرے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ بنی اسرائیل پر لعنت کرے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ آدم کی اولاد پر لعنت کرے، پس اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا مقصد ان کے تحت آنے والے انبیائے کرام کو بھی گالی دینا تھا تو کافر ہو جانے کی بنیاد پر اس کو قتل کر دیا جائے گا، لیکن اگر وہ کہے: میرا ارادہ

[illegible] ص: 251، 257

اختتامیہ

اُن شرائط کے بارے میں
جنہیں سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے
ذمی کافروں کے لئے تحریر کروایا تھا

* ہم یہاں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ اُن شرائط کو بیان کریں گے، جس پر انہوں نے یہود و نصاریٰ اور ذمی کافروں سے عہد و پیمان لیا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ شرائط متصل و صحیح اسانید سے مروی ہیں، علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی کتابوں میں صحیح اسناد کے ساتھ صحابی رسول سیّدنا عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے یہ شرائط سیّدنا عمر کی جانب اُس وقت لکھیں، جب ملک شام کے عیسائیوں سے آپ رضی اللہ عنہ نے معاہدہ فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دستاویز ہے اللہ (جل جلالہ) کے بندے امیر المؤمنین عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے، فلاں فلاں شہروں میں بسنے والے عیسائیوں کی جانب سے۔

جب آپ لوگ ہمارے پس آئے تو ہم نے آپ سے اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے، اپنے اَموال کے لئے اور اپنے اہل مذہب کے لئے امان کا سوال کیا تھا اور اپنے لئے خود ہی کچھ شرائط مقرر کی تھیں:

1۔ ہم اپنے شہروں یا ان کے اطراف میں نہ تو کوئی عبادت خانہ بنائیں گے اور نہ ہی کوئی کلیساء، مرکز اور راہبوں کی سکونت کا مقام تعمیر کریں گے۔

2۔ جو عبادت خانہ خراب ہو جائے گا اسے دوبارہ تعمیر نہیں کریں گے، اور نہ ہی مسلمانوں کے علاقوں میں کسی جگہ کو (عبادت خانہ) بنائیں گے۔

3۔ ہم اپنے کلیساؤں میں آنے سے مسلمانوں کو دن رات میں کسی بھی لمحے منع نہیں کریں گے۔

4۔ ہم اپنے دروازے گزرنے والوں اور مسافروں کے لئے کھولے رکھیں گے۔

5۔ ہم نہ تو اپنے گھروں میں اور نہ ہی اپنے عبادت خانوں میں کسی جاسوس کو پناہ دیں گے۔

6۔ ہم اپنے ناقوس کو صرف کلیساؤں کے اندر ہی وہ بھی معمولی آواز میں بجائیں گے۔

7۔ ہم اپنی صلیب مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے۔

8۔ جب مسلمان ہمارے کلیساء کے احاطہ میں نماز اور قرآت میں مشغول ہوں تو ہم اپنی آوازوں کو بلند نہیں کریں گے۔

9۔ ہم اپنی صلیب باہر نہیں لائیں گے اور نہ ہی اپنے کلیساؤں سے مسلمانوں کے بازاروں کی جانب ظاہر کریں گے۔

10۔ ہم اپنے شادی شدہ جوڑوں کو باہر نہیں لائیں گے۔

11۔ ہم اپنے مُردوں کے ساتھ آوازیں بلند نہیں کریں گے۔

12۔ مُردوں کو لے جاتے ہوئے مسلمانوں کے بازاروں میں آگ روشن نہیں کریں گے۔

13۔ خنزیر نہیں پالیں گے۔

14۔ شراب کی خرید وفروخت نہیں کریں گے۔

15۔ ہم نہ تو اپنے شرک کو ظاہر کریں گے اور نہ ہی کسی کو اپنے مذہب کی رغبت

دلائیں گے۔

16۔ہم کسی کو بھی اپنے مذہب کی دعوت نہیں دیں گے۔

17۔ہم ایسی معمولی سی چیز بھی جس میں کسی مسلمان کا کوئی حصہ شامل ہو، اُسے نہیں لیں گے۔

18۔ہم اپنے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی اسلام لانا چاہے، تو اُسے نہیں روکیں گے۔

19۔ہم جہاں کہیں بھی ہوں، اپنی وضع پر ہی قائم رہیں گے۔

20۔ہم ٹوپی پہننے، عمامہ باندھنے، چپل پہننے، بال رکھنے، سوار ہونے، گفتگو کرنے اور کنیت رکھنے میں مسلمانوں کی مشابہت نہیں کریں گے۔

21۔ہم اپنی پیشانی کے بال کاٹیں گے اور پیشانیاں یکساں رکھیں گے۔

22۔ہم اپنے زنار کو درمیان میں باندھیں گے۔

23۔ہم اپنی انگوٹھیوں کی مہروں کو عربی میں نہیں لکھیں گے۔

24۔ہم زین رکھ کر سوار نہیں ہوں گے۔

25۔ہم ہتھیار نہیں بنائیں گے اور نہ پاس رکھیں گے، نیز نہ ہی تلوار لٹکائیں گے۔

26۔ہم اپنی مجالس میں مسلمانوں کی توقیر نہیں کریں گے۔

27۔ہم ان کے لئے راستے کشادہ کردیں گے۔

28۔اگر مسلمان بیٹھنے کا ارادہ کریں تو ہم کھڑے ہو جائیں گے۔

29۔ہم ان کے گھروں میں نہیں جائیں گے۔

30۔ہم اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے۔

31۔ہم میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کے ساتھ تجارت نہیں کرے گا، اگر تجارت کا معاملہ کرنا ہی پڑا تو اس کا اختیار مسلمان کو حاصل ہوگا۔

32۔ہم ہر مسلمان مسافر کو تین دن تک مہمان بنائیں گے، جو درمیانے درجے کا کھانا ہم خود کھاتے ہیں، وہی اسے بھی کھلائیں گے۔

33۔ہم ان اُمور کو بجالانے کی نا صرف اپنی جانب سے بلکہ اپنی اولاد، ازواج اور شہروں کی جانب سے بھی ضمانت دیتے ہیں۔

34۔پس اگر ہم نے اپنی مقررہ شرائط میں سے کسی سے بھی انحراف یا انکار کیا، جس کی وجہ سے ہمیں امان دی گئی تھی تو ہمارے لئے کوئی عہد باقی نہیں رہے گا اور ہمارے سلسلہ میں پھر وہ اُمور حلال ہوں گے جو کہ کسی بھی بد بخت اور لڑنے والے دشمن کے لئے حلال ہوتے ہیں۔

پس ان باتوں کو سیّدنا عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ نے لکھ کر سیّدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب لکھ کر ارسال فرمایا:

جو شرائط انہوں نے تسلیم کر لی ہیں، انہیں لکھ دو اور اُن شرائط میں جو انہوں نے خود اپنے لئے مقرر کیں ہیں، دو باتوں کو مزید شامل کردو۔

35۔ہمارے قیدیوں کو نہیں خریدیں گے۔

36۔جس نے کسی مسلمان کو قتل کیا تو اس کا عہد ختم ہو جائے گا۔

عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ نے اس پر مہر لگا دی اور مدائن شام پر رومیوں کے ذمہ داروں سے ان شرائط پر اقرار بھی لے لیا، پس یہ وہ شرائط تھیں جنہیں امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر نافذ کیا، نیز یہ تمام باتیں ''کنز العمال'' اور اس

کے علاوہ دیگر کتب میں موجود ہیں۔[1]

* امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں ان شرائط (میں سے کچھ) کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ شرائط میں شرک کے ظاہر ہونے کی صورت میں عہد کے ٹوٹنے کی دلیل موجود ہے اور اس بات میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینا، اس سے بھی سنگین ترین جرم ہے۔[2]

* خاتم المحققین، علامہ شہاب الدین احمد بن یونس المعروف ابن الشلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ بنام ''الفتاویٰ الشلبیۃ'' میں ذکر کیا ہے:

امام اور اس کے نائب کو چاہیے کہ وہ بھی ذمی کافروں کے ساتھ انہیں شرائط کے مطابق مصالحت کریں، نیز یہ شرائط اُن شرائط سے کہیں زیادہ بہتر ہیں، جو امام وغیرہ اپنی جانب سے مقرر کریں گے۔

* علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت نے فرمایا:

جس نے ان شرائط کو قبول کرلیا اور پھر کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو اس کی وجہ سے اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

میں کہتا ہوں:

میں نے اس سے بھی زیادہ قابل اعتماد قول دیکھا کہ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کا قول بیان فرمایا ہے یعنی اگر ذمی کافروں نے ان شرائط کو قبول کرلیا اور پھر بعد ازاں اس میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی، تو

---

[1] کنز العمال: 4/215، رقم الحدیث 11489، سنن کبریٰ: کتاب الجزیۃ، 9/339

[2] السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الثانی، ص283

اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

* نیز اس کی تائید میں محقق (امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) نے ''فتح القدیر'' میں ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یوں ہے:

جب ان ذمی کافروں کی شرائط میں یہ بات شامل تھی کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعلانیہ گستاخی نہیں کریں گے، پس اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے اپنے عہد کو خود ہی توڑ دیا لہٰذا اُن کا قتل جائز ہوگا۔[1]

باقی رہا یہ معاملہ کہ جہاں کہیں اہل ذمہ کا حکم واضح بیان نہ کیا گیا ہو تو کیا ایسی صورت میں ان پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شرائط کو ہی جاری کیا جائے گا یا نہیں؟ مجھے احناف کی کتابوں میں اس بابت کوئی صراحت نہیں مل سکی۔

* البتہ شوافع میں سے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السیف المسلول'' میں فرمایا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد کسی بھی امام کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اُن شرائط کے بغیر جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا، مصالحت کرے اور تمام ہی ذمی کافروں کو آپ رضی اللہ عنہ کی شرائط کے پیش نظر ہی پناہ دی جائے گی، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی بھی حاکم نے ان شرائط کی مخالفت پر ذمیوں سے کوئی عہد و پیمان نہیں کیا، بلکہ تمام ہی حکمرانوں نے ان شرائط پر اعتماد کرتے ہوئے (عہد و پیمان کیا اور) انہیں امان دی۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں:

جب ہمیں اس بات کی خبر نہیں ہو سکی کہ امان دیتے وقت یہ شرائط مقرر کی گئی تھیں یا نہیں؟ تو ایسے معاملہ میں ہم انہی شرائط کو مقرر کیے جانے پر محمول

---

[1] فتح القدیر: کتاب السیر، باب الجزیۃ، 6/59

کریں گے، کیونکہ شرعی عرف اَز خود ان شرائط کو مقرر کر دیتا ہے، اور آج کے تمام ہی ذمی کافروں کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ کسی امام نے اُن سے عہد و پیمان لیا تھا (یا نہیں)؟ پس ہم کہیں گے: یا تو یہ لوگ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہی نسل در نسل اُسی عہد پر چلتے آرہے ہیں جو کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے آباؤ و اَجداد سے لیا تھا۔ یا ہم کہیں گے کہ ان کا اب کوئی عہد باقی نہیں رہا، کیونکہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کسی بھی حکمران سے نہ تو کوئی شرائط منقول ہیں اور نہ ہی کوئی ایسا عہد و پیمان جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

* امام ابن ابی عصرون رحمۃ اللہ علیہ نے ''الانتصار'' میں ایک مقام پر کسی ''مسلمان خاتون سے زنا کرنے کے مسئلہ پر جبکہ (ممانعت زنا) ایسی شرط کو (ذمی کے عہد و پیمان میں) مقرر کیا گیا تھا یا نہیں کیا گیا تھا'' کہ ضمن میں ایک بہترین فائدہ ذکر کیا ہے:

اگر عہد و پیمان والے عقد میں شرائط کی تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں تو اس عقد میں (زنا نہ کرنے والی) ایسی شرط کو مقرر ہی سمجھا جائے گا، کیونکہ عقد مطلق کو متعارف و مشہور پر ہی محمول کیا جائے گا اور عقد شرع میں ایسا عقد (جو ذمی کافروں سے لیا جائے) انہیں شرائط پر مشتمل ہوا کرتا ہے، اسی لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا: انہیں شرائط کی بنیاد پر ہم نے تمہیں امان دی تھی۔[1]

---

[1] (i) السیف المسلول: الباب الثانی، الفصل الثانی، ص278

(ii) یہاں جو عبارت ذکر کی گئی ہے، اس میں نفس مسئلہ کا سیاق و سباق مختلف ہو جاتا ہے، ''السیف المسلول''، ص278، مطبوعہ دار الفتح، عمان کی عبارت یوں ہے:

''ما علی هذا اعطینا کم الامان'' یعنی ان کاموں پر ہم نے تمہیں امان نہیں دی تھی۔

یہاں پر ہماری گفتگو مکمل ہوئی۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْمَرَامِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی التَّمَامِ ، وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْاَنَامِ ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الْبَرَرَۃِ الْکِرَامِ ، مَا دَارَتِ اللَّیَالِیْ وَ الْاَیَّامُ وَ الشُّھُوْرُ الْاَعْوَامُ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمْ.

دعائے اختتام

میرے ربّ کریم جل جلالہ کے فضل واحسان سے یہ ترجمہ مکمل ہوا، اس کا آغاز 17 نومبر بروز منگل 2015 کو ہوا، اور آج 25 نومبر بروز بدھ 2015 کو اس کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے میرے لئے دارین میں سرخروئی اور نجات ومغفرت کا ذریعہ بنائے، نیز مجھ سمیت ساری اُمت محمدیہ کو اس کے برکات واجر سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

اعجاز احمد



فهرس المصادر والمراجع

1- الاستيعاب في معرفة الاصحاب ، لابي عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبي(ت 463هـ) ، تحقيق: الشيخ علي محمد معوض، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 1422هـ 2002م.

2- اسد الغابة في معرفة الصحابة ، للامام ابن الاثير الجزري(ت 0 3 6هـ)، مطبعة دار الفكر بيروت، 1423هـ/ 2002م.

3- أحكام القرآن ، للإمام محمد بن عبد الله المعروف ابن العربي (ت543هـ) ، تحقيق: محمد عبد القادر عطا ، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولىٰ.

4- الإشراف علىٰ هذاهب أهل العلم ، للإمام ابن منذر(ت 309 هـ) ، تحقيق: عبد الله عمر البارودي ، مطبعة دار الفكر ، الطبعة 1414هـ/ 1993م.

5- كتاب الأصل ، للإمام محمد بن حسن الشيباني ، تحقيق محمد بوينو كالن ، مطبعة دار ابن حزم ، الطبعة الأولىٰ 2012م.

6- الإصابة في تمييز الصحابة ، للحافظ ابن حجر

العسقلاني (ت 852هـ)، تحقيق : صدقي جميل العطار ، مطبعة دار الفكر ، الطبعة الأولىٰ 1421هـ/ 2001م.

7- الاصابة في معرفة الصحابة ، تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن التركي ، مطبعة القاهرة ، الطبعة الاولي 1429هـ 2008م.

8- الاعلام، لخير الدين الزركلى (ت1976م) ، دار العلم للملايين بيروت ، الطبعة خامسة عشر 2002م

9- الاشباه والنظائر ، للإمام زين الدين بن ابرا هيم المصرى الحنفى (ت970) دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاوليٰ1413/ 1993م .

10 -البحر الرائق ، للإمام زين الدين المصرى الحنفى (ت970)، تحقيق: زكريا عميرات ، دار الكتب العلمية ، بيروت الطبعة الاوليٰ 1418 هـ / 1997م

11 -البحر الزخار ، للإمام ابى بكر احمد بن عمر العتكى (ت 292) ، مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة ، الطبعة الاولي 1424/ 2003م

12 -بذل القوة فى حوادث سنى النبوة ، للإمام المخدوم محمد هاشم التتوى السندى الحنفى (ت 1174هـ) ، تحقيق امير احمد العباسى ،مطبعة الاسلامية پريس ، جامعة السند حيدر آباد ، الطبعة الاولي 1386 هـ

/ 1966م
13-تاريخ بغداد ، لابي بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي (ت 463هـ) مطبعة دار الكتب العلمية بيروت .
14- تاريخ الخلفاء ، للإمام جلال الدين عبد الرحمن السيوطى (ت 911 هـ) ، دار ابن حزم ، الطبعة الأولى 1424/ 2003م .
15-التاريخ الكبير ، للإمام ابي عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري(ت256)، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت
16-تذكرة الحفاظ ، للامام ابي عبد الله شمس الدين محمد الذهبي(ت748هـ)، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت.
17-تفسير القرطبي ، للامام محمد بن احمد القرطبي (ت 671هـ) ، تحقيق : هشام سمير البخاري ، مطبعة دار عالم الكتب الرياض
18-التمهيد لما فى الموطا من المعانى والاسانيد ، للامام يوسف بن عبد الله ابن عبد البر القرطبى (ت463 هـ) ، تحقيق : محمد عبد القادر عطا ، دار الكتب العليمة بيروت ، الطبعة الاولى 1419/ 1999م
19-تنبيه الولاة والحكام على شاتم خير الانام او احد اصحابه الكرام ، للامام ابن عابدين الشامى (ت1252هـ) ، المكتبة الهاشمية ، دمشق 1321 هـ

20-تهذيب التهذيب ، لابن حجر العسقلاني (ت 752هـ) ، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية حيدر آباد، الطبعة الاولىٰ 1325هـ .

21-الجامع لشعب الايمان ، للامام ابى بكر احمد بن الحسين البيهقى (ت 458 هـ) ،تحقيق الدكتور عبد العلى عبد الحميد حامد، مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الاولى 1423/ 2003م

22-جمع الجوامع ، للامام جلال الدين السيوطي (ت 911هـ)، تحقيق : خالد عبد الفتاح ، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعةالاولىٰ 1421هـ/ 2000م .

23-الجوهرة النيرة ، للإمام أبي بكرالمعروف بالحدادي الحنفي (800)، تحقيق: الياس قبلان، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولىٰ 1427هـ/ 2006م

24-حاشية الطحاوى على الدر المختار ، للامام احمد بن محمد الطحاوى الحنفى (1231) ، طبع بولاق مصر ، سنة 1283 هـ

25-الحاوى القدسى ، للقاضى جمال الدين احمد بن محمود القابسى الغزنوى (ت 593هـ) ، تحقيق:صالح العلى ، المكتبة النورية الرضوية ، الباكستان ، الطبعة الاولى 1432/ 2011م

26-خلاصة الفتاوى ، للامام طاهر بن احمد بن عبد الرشيد البخارى ، (ت542 هـ) ، مطبع منشى نو لكشور ، الهند
27-درر الحكام في شرح غرر الاحكام ، للامام منلا خسرو الحنفى (ت 885 هـ) مطبعة احمد كامل الكائنة في دار الخلافة العليا، سنة 1330 هـ
28-الدر المنتقى في شرح الملتقى ، للامام علاء الدين الحصكفى الحنفى (ت 1088هـ)، تحقيق :خليل عمران المنصور، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى 1419/ 1998م
29-الذخيرة العقبي ، للمولى يوسف بن جنيد الشيهر اخى جلبى الحنفى (ت905 هـ) ، المطبع الرفيع .
30-الذخيرة في فروع المالكية ، للإمام شهاب الدين أحمد بن إدريس القرافي المالكي (ت 684هـ)، تحقيق : محمد بو خبزة ، مطبعة دار الغرب الاسلامي ، الطبعة الاولي، 1994م.
31-رد المختار على الدر المختار ، للإمام ابن عابدين (ت 1252هـ)، تحقيق: حسام الدين بن محمد صالح فرمور، مطبعة دار الثقافة التراث، الطبعة الأولىٰ 1421هـ/ 2000م.
32-رمز الحقائق ، للامام محمود بن احمد العيني الحنفي (ت

755هـ)، تحقيق : نعيم اشرف و نور احمد، مطبعة ادارة القرآن و العلومن الاسلامية كراتشي، الطبعة الاولىٰ 424هـ/ 2004م .

33-سبل الهدي و الرشاد ، تحقيق:الدكتور عبد المصطفي الواحد ، مطبعة القاهرة 1418هـ 1997م .

34-سنن ابن ماجة ، للامام محمد بن يزيد القزوينى (ت 273هـ) ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى 1419/ 1997م

35-سنن ابى داود ، للامام سليمان بن اشعث السجستانى (ت 275هـ) ، دار الكتب العربى بيروت ، الطبعة الاولى 1418/ 1997م

36-سنن الترمذى ، للامام محمد بن عيسى الترمذى (ت 297 هـ) ، دار الكتب العربى بيروت ، الطبعة الاولى 1421/ 2000م

37-سنن النسائى ، للامام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائى (ت 303 هـ) ، تحقيق : عبد الفتاح ، دار الفكر بيروت ، 1419/ 1999م

38-السنن الكبري ، للامام ابي بكر احمد بن حسين البيهقي (ت 458هـ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت، 1420هـ/ 1999م .

39-شذرات الذهب في اخبار من ذهب ، لأبي الفلاح عبد الحي بن العماد الحنبلي (ت 1089هـ) تحقيق: محمود الأرناؤوت، مطبعة دار إبن كثير، الطبعة الأولىٰ 1408هـ/ 1988م .

40-السير و المغازي ،للامام محمد ابن إسحاق(ت 151هـ)، تحقيق: الدكتورسهيل زكّار، مطبعة دار الكفر، بيروت، الطبعة الأولىٰ، 1398/ 1978م

41-شرح مختصر الطحاوي ، للامام ابي بكر احمد بن علي المعروف بـ الجصاص الحنفي ، تحقيق: محمد عبيد الله خان، مطبعة دار البشائر الاسلامية، الطبعة الثانية 1431هـ/ 2010م .

42-شروط النصارى ، للقاضي عبد الله بن أحمد بن زبر (ت 329 هـ)، أنس بن عبد الرحمن عبد الله العقيل، مطبعة دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولىٰ 1427هـ/ 2006م

43-صحيح البخارى ، للامام محمد بن اسماعيل البخارى (ت 256هـ)، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة 1420/ 1999م

44-صحيح مسلم ، للامام ابى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى (ت261هـ) ، دار الارقم بيروت ، الطبعة

الاولی 1421/ 2001م

45-الطبقات الكبري ، للامام محمد بن سعد (ت 230) تحقيق : الدكتور علي محمد عمر، مطبعة المكتبة بالخانجي القاهرة، الطبعة الاولي 1421هـ 2001م

46-الطبقات الشافعية الكبرى ، للامام تاج الدين ابى نصر عبد الوهاب السبكى (ت 771) تحقيق : عبد الفتاح الحلو و محمود محمد الطناطى ، دار احياء الكتب العربية القاهرة ، الطبعة الاولى 1964

47-الفتاوى البزازية ، للامام محمد بن محمد البزازى (ت827هـ)،الطبعة الاميرية بالقاهرة 1310 هـ

48-الفتاوى التاتارخانية ، للامام فريد الدين عالم بن العلاء الاندربتى الحنفى ، الطبعة الاولى 1431/ 2010 م

49-الفتاوى الخيرية ، للامام خير الدين الرملى الحنفى (ت1081) ، مطبعة عثمانية ، سنة 1311 هـ

50-فتاوى قارى الهداية ، للامام ابو حفص عمر بن على الحنفى (ت 829 هـ)، دار الفرقان للنشر والتوزيع ، عمان ، 1999م

51-فتح البارى شرح صحيح البخارى ، للامام احمد بن حجر العسقلانى (ت 852هـ) تحقيق : عبد العزيز ابن باز و محمد فواد عبد الباقى، دارالكتب العلمية بيروت،

الطبعة الاولى 1421/ 2000م
52-فتح القدير للعاجز الفقير ، للامام كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت 681هـ) ، تحقيق : عبد الرزاق غالب ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى 1415/ 1995م
53-فتح الله المعين على شرح الكنز لمنلا مسكين ، للامام ابى السعود الحنفى (ت 1172 هـ)، مطبعة جمعية المعارف
54-فهرس الفهارس و الاثبات ، للعلامة عبد الحي الكتاني، تحقيق: الدكتور احسان عباس، مطبعة دار الغرب الاسلامي الطبعة الثانية 1402هـ/ 1982م.
55-كتاب الأموال ، للإمام أبي عبيد قاسم بن سلام (ت 224هـ)، تحقيق :سيّد بن رجب ، مطبعة دار الهدي النبوة مصر، الطبعة الأولىٰ 1428هـ/ 2007م.
56-الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل ، للشيخ محمود بن عمر الزمخشرى (ت 538 هـ) ، تحقيق : محمد عبد السلام ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الرابعة 1427/ 2006م
57-الكفاية شرح الهداية ، للامام جلال الدين الخوارزمى الحنفى (ت767 هـ) ، دار احياء التراث العربى بيروت

58-كنز العمال فى سنن الاقوال والافعال ، للامام علاء الدين على المتقى(ت 975هـ)، تحقيق :محمود عمر الدمياطى ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الثالثة 1422/ 2004م

59-المتواري علي ابواب البخاري ، للعلامة الامام ناصر الدين ابن المنير، تحقيق علي حسن علي ، مطبعة المكتبة الاسلامي الطبعة الاولي 1411هـ/ 1990م

60-مجمع الزوائد و منبع الفوائد ،للحافظ نور الدين الهيثمي(ت 807)، تحقيق: عبد القادر عطا ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولىٰ 1422هـ/ 2001م .

61-المحيط البرهاني ، للامام برهان الدين محمدو بن ابن مازه البخاري (ت 616 هـ)، تحقيق: نعيم اشرف و نور احمد، مطبعة ادارة القرآن و العلوم الاسلامية كراتشي، الطبعة الاولىٰ 1424هـ/ 2004م.

62-مدارک التنزيل، للامام ابى البركات محمود النسفى الحنفى (ت 710)، تحقيق:يوسف علي، دار الكلم الطيب،الطبعة الاولي 1419هـ/ 1998م

63-مسند الامام احمد بن حنبل ، للامام احمد بن حنبل (ت 241هـ)، تحقيق: شعيب الارنؤوط، مطبعة مؤسسة الرسالة، الطبعة الاولىٰ 1419هـ/ 1999م .

64-معالم السنن ، للإمام الخطابي (ت 388 هـ) ، تحقيق : عزت عبيد الدعاس، مطبعة دار البلخي، الطبعة الاولىٰ 1393هـ/ 1973م .

65-المعتمد في أصول الدين ، للقاضي أبي يعلى بن الفراء الحنبلي (ت 458هـ)، تحقيق: د. وديع زيدان حداد ، مطبعة دار المشرق

66-المعجم الصغير ، للامام ابى القاسم سليمان الطبرانى (ت 360)، دار الكتب العلمية بيروت ، 1403هـ / 1983م

67-المعجم الكبير ، للامام ابى القاسم سليمان الطبرانى (ت360)، تحقيق : حمدى عبد المجيد السلفى ، مكتبة ابن تيمية قاهرة

68-معين المفتي علىٰ جواب المستفتي ، للامام محمد بن عبد الله التمرتاشي الغزي الحنفي (ت 1004هـ) ، تحقيق: د. محمود شمس الدين امير الخزاعي، مطبعة المكتبة المعروفية كوئته، الطبعة 1432هـ/ 2011م .

69-كتاب المغازى ،للامام محمد بن عمر الواقدى (ت 207هـ)، تحقيق : مارسدن جونس ، عالم الكتب بيروت ، الطبعة الثالثة 1404/ 1984م

70-المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ، للامام احمد بن محمد

القسطلانی (ت 923 ھ)، تحقیق :دار الکتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى 1416/ 1996م

71-النتف فی الفتاوی ، للامام علی بن الحسين السغدی (ت 461 ھ) ، تحقيق : محمد نبيل ، دار الکتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى 1417/ 1996م

72-النهر الفائق ، للإمام سراج الدين عمر بن إبراهيم إبن نجيم الحنفي المصري ، تحقيق أحمد عزو عناية، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت.

73-وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ، للعلامة نور الدين السمهودی (ت 911) ، تحقيق : الدکتور قاسم السامرائی ، مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامی ، الطبعة الاولى1422/ 2001م



تحقیقی و دلکش طباعت

کارآمد تراشے

التذکرہ — سفرِ آخرت کی منازل

شرح مسند امامِ اعظم

سات سات باتیں

سیرتِ فاطمہ کے موتی

اصولِ ترجمہ و تفسیر القرآن

فقہ السیرۃ

نبی کریم کے سوالات و جوابات

خدمتِ والدین اور صلہ رحمی

انگوٹھے چومنے

بستان الواعظین



حامد اینڈ کمپنی
مدینہ منزل
۳۸۔ اردو بازار
لاہور

E-mail:info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com